

شرعیات اور عشق



محبوب محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَاٰلِهِ وَآلِهِ وَنَاسِ أَجْمَعِينَ
تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا تا آنکہ میں اسکے ماں باپ اولاد اور سب لوگوں سے پیارا ہو جاؤں

شرعیات عشق ہے عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہی شرعیات ہے

کرنل (ر) محمد انور مدنی (بندہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

کرنل (ریٹائرڈ) محمد انور مدنی کی لکھی ہوئی (بندہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

تصانیف
(مفت یعنی بغیر کسی قیمت کے)

خوشبوئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

صاحب کلی علم غیب (مدرسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) دوسرا ایڈیشن

(مدرسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حاکم کائنات

(مسٹر اسماعیل دہلوی کی تفویہ الایمان کے رد میں)

کلی ایمان

(مدرسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

اصل موجودات

(مدرسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

مختار منتخب

شریعت اور عشق (شریعت عشق مصطفیٰ ہے اور عشق مصطفیٰ ہی شریعت ہے)

شریعت اور عشق

(مدرسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ)

اللہ تعالیٰ کی تلاش

الزام شرک کے رد میں بے تگے فتوے دینے والوں کے لیے صراطِ مستقیم

محب اور حبیب کی گفتگو قرآن

نوٹ: ان کتابوں کا انگریزی ترجمہ ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ جلد منظر عام پر آجائے گا۔
کتابیں حاصل کرنے کا پتہ: 22-AA فیز 4 ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی۔ لاہور کینٹ

شرعیات اور عشق

شرعیات عشق ہے
عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہی شرعیات ہے

مکاتبہ العالیہ
مکتبہ اسلامیہ

کوفل (ر) محمد انور مدنی (بندہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	مصنف	تعداد	اشاعت اول	ٹائٹل	کمپوزنگ	قیمت
عشق اور شریعت	کرتل (ریٹائرڈ) محمد انور مدنی	پانچ سو	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ جولائی ۱۹۹۶ء	عاطف بٹ	عظیم کمپیوٹر ٹریننگ، کمپوزنگ	اینڈ سروس سنٹر، اردو بازار، لاہور
رسول کی بارگاہ میں قبولیت کی دعاؤں کا متمنی۔ کیونکہ اللہ اور رسول زیادہ حقدار ہیں کہ اسے راضی کریں۔						
(واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ)						
(توبہ)						

از
مولانا نور الحسن تنویر صاحب

فہرست مضامین

صفحہ

نمبر مضمون

- ۱- روئے سخن
- ۲- ایمان یا رسول
- ۳- ایمان کیسے ملے گا؟
- ۴- اللہ تعالیٰ کے پیمانے
- ۵- اگر اللہ تعالیٰ چاہتا
- ۶- مومن کا قول
- ۷- عقل اور شریعت
- ۸- فرماں مصطفیٰ ﷺ
- ب- فرماں الہی
- ت- جہنمیوں کی پکار
- حقیقت اور معرفت
- ۱- فرماں مصطفیٰ
- ب- شان محبوب
- ت- مشرک صفات
- ث- بندے کس کے
- ج- پیمانہ محبت
- ح- یا نبی یا رسول
- خ- اللہ رسول ساتھ ساتھ
- د- محب اور حبیب کی گفتگو
- ذ- پیغمبر جو کسے وہی شریعت
- ر- رسول کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ
- ز- رسول کے ملنے سے اللہ ملتا ہے
- ۹- منافقت کیا ہے؟
- ۱۰- منافق کی منزل
- ۱۱- اللہ تعالیٰ نے منافق کو خبیث کہا
- ۱۲- دل کی بیماریاں
- ۱۳- منافقین نے قرآن سکے بوٹی کر دیا
- ۱۴- منافق کی نماز جنازہ نہیں ہوتی
- ۱۵- منافقین کی قیامت کے دن پکار
- ۱۶- نقشبس من نور کم کے کیا معنی
- ۱۷- نجد سے شیطانی گروہ
- ۱۸- قرآن میں اپنی رائے
- ۱۹- بے علم (مولوی) کے فتوے
- ۲۰- عالم کی لغزش
- ۲۱- آسمان کے نیچے بدترین مخلوق
- ۲۲- دل شیطانی جسم انسانی
- ۲۳- توہین رسالت کی سزا
- ۲۴- گستاخان رسول کی نفسیات
- ۲۵- من دون اللہ
- ۲۶- توبہ کا دروازہ

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

روئے سخن

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا خاتم

النبیین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ دین اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اور یہ دین اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور ہمارے آقا ﷺ کے لئے پسند فرمایا۔ اور ہر مسلمان کے ایمان کی بنیاد حب نبی ﷺ ٹھہرائی۔ انسان کو عقل عطا کی اور دو راستے دکھادیئے ایک جنت کا راستہ اور دوسرا دوزخ کی طرف جانے کا۔ جنہوں نے شیطان کے راستے پر چلنے کو ترجیح دی وہ منافق اور کافر کہلائے اور انہوں نے جہنم کو اپنی منزل بنا لیا۔ قرآن حکیم میں دو گروہ ہیں ایک ”حزب اللہ“ (اللہ کا گروہ) اور دوسرا ”حزب الشیطان“ (شیطان کا گروہ)۔ شیطانی رستے پر چلنے والوں کو عبد الطاغوت کہا۔

۲۔ انسان کی تخلیق کے وقت اس کا مرکز ”دل“ کو رکھا۔ جس میں ”محبت“ کا جذبہ بھی ہوتا ہے اور مختلف بیماریاں بھی ہوتی ہیں۔ جن لوگوں نے شیطان کی پیروی کی انہیں دل کی بیماریوں نے آگھیرا۔ اور جنہوں نے اپنے محبوب ﷺ کی پیروی کی وہ اللہ کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ پیروی (اتباع) کرنے کے لئے لازم ہے کہ جس کی پیروی کی جائے اس سے محبت بھی ہو ورنہ پیروی نہ ہو سکے گی۔

۳۔ محبت کا جذبہ جب شدت اختیار کر جائے تو اسے عشق کہتے ہیں۔ یہ ایمان کی

بنیاد ہے ہمارے آقا ﷺ جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر ہیں کا فرمان ہے کہ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے والدین، اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں گویا کہ ایمان جو کہ شریعت کا ستون ہے اس کی بنیاد ہی عشق مصطفیٰ ﷺ ہے یا یہ کہہ لیں کہ عشق مصطفیٰ ﷺ ہی شریعت ہے۔ کیا خیال ہے عشاق حضرات کا۔

۳۔ بندہ نے عشق اور شریعت کے اس کتناپے میں قرآن و احادیث کے ساتھ ساتھ عقلی دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔ کہ شریعت عشق مصطفیٰ ﷺ ہے اور عشق مصطفیٰ ﷺ ہی شریعت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عشاق حضرات کے لئے تحفہ خوشبوئے رسول ﷺ ہے۔

فقط مخلص

کرنل (ر) محمد انور مدنی

(بندۂ رسول ﷺ)

ایمان بالرسول (ﷺ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا خاتم النبیین
اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذات رسول ﷺ :- اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کروانے کے لئے اپنے محبوب ﷺ کے نور کی تخلیق موجودات سے نو لاکھ سال پہلے کی۔ پھر یہ نور بارگاہ الہی میں سجدہ ریز رہا اور اپنے محب کی توحید کی تسبیح کرتا رہا۔ اس کے بعد تمام مخلوق بنائی اور اس لحاظ سے ہمارے آقا ﷺ اصل الموجودات ہیں۔ یعنی کہ تمام کائنات کا مرکز، محور، مقصود و مطلوب ہیں۔ صاف الفاظ میں یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کے در پر جانا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے آقا ﷺ کی ذات اقدس پر ایمان لانے کا عہد ان کی اس دنیا میں تشریف آوری سے پہلے لیا کہ اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی جائے۔

گروہ انسانیت :- قرآن کے مطابق انسانوں کے عقیدے کے لحاظ سے تین گروہ ہیں۔

ا۔ مومن :- جو رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا دل سے ایمان لائے۔

ب۔ کافر :- جنہوں نے آپ ﷺ کی رسالت کا کھلم کھلا انکار کیا۔

ت۔ منافقین :- یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آقا ﷺ کی ذات اقدس، کمالات، صفات،

جملات، معجزات اور دیگر اوصاف حمیدہ پر دل سے ایمان نہ لائے۔ بلکہ بڑھ چڑھ کر نکتہ چینی کرتے رہے۔ (کو کہ منہ سے صرف کلمہ طیبہ اس لئے پڑھا کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا اور کلمہ پڑھنے کی وجہ سے مسلمان کہلائیں)

منافقت کی بڑ :- دراصل یہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے منافق کہا ان کی اس بد عقیدگی کی وجہ سے اور صرف رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنا ہے۔ جہاں بھی آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ، ذات اقدس یعنی کہ نورانیت، کمالات و معجزات کا ذکر ہو وہیں یہ لوگ اپنے دل کی بیماریوں کی وجہ سے رہ نہیں سکتے اور نکتہ چینی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار سے بھی بدتر درجہ دیا ہے یعنی کہ جہنم کا سب سے بڑا درجہ یہ صرف اور صرف آقا ﷺ کی شان میں گستاخی اور توہین و تنقیص کی وجہ سے انہیں ملا۔ ناقین مدینہ کا ذکر تو سورۃ توبہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ لیکن صاحب کل عالم غیب نے آج سے چودہ سو سال پہلے ان کے متعلق ان کے فتنوں کے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے۔

مومن کون

ایمان کیسے ملے گا :- صرف ایک اور صرف ایک ہی طریقہ ہے ایمان حاصل کرنے کا اور وہ ہے ایمان بالرسول (ﷺ)۔ جب تک اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس، صفات، کمالات، معجزات، جملات غرضیکہ آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ سب پر ایمان نہ لائیں گے اس وقت تک بندہ مومن نہیں ہوتا جب آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ایمان لا کر بندہ مومن ہو گیا تو پھر اللہ پر ایمان یوم قیامہ پر ایمان، ملائکہ اور کتابوں پر بھی ایمان ہو گیا وہ ساری چیزیں جو عوام میں ایمان مفصل اور ایمان مجمل کے طور پر مشہور ہیں۔ اگر اللہ پر ایمان ہو اور دیگر ملائکہ، کتابیں اور یوم قیامہ پر ایمان ہو مگر رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لایا تو پھر مومن نہ ہو گا۔ بلکہ اگر آپ ﷺ کی رسالت کا تو صرف زبان سے اقرار کرے مگر دل سے ذات اقدس، کمالات و صفات و معجزات پر نکتہ چینی کرتا ہو تو وہ پھر بھی مومن نہ ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو

منافق کا نام دیا ہے۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ ایمان حاصل کرنے کا راستہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے در سے ملتا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ مومن کون ہے :- آقا ﷺ رحمۃ للعالمین رسول الرحیم کا فرمان ہے۔ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وُالِدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا تا آنکہ میں اس کے اہل باپ اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا ہو جاؤں۔ یہ ہے ایمان کا پیمانہ۔ یہ اس عظیم ترین ہستی نے بتایا جو اپنی خواہش سے بولتا ہی نہیں وما ینطق عن الہوی۔ ان ہوا والا وحی یوحی اس کا منہ اللہ کا منہ ہے۔ اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ اس کی آنکھیں اللہ کی آنکھیں ہیں۔ یہاں سے پتہ چلا کہ ایمان کا پیمانہ ”حب رسول ﷺ“ ہے۔ یہ وہ عظیم ترین ہستی کی محبت کی بات ہے جس کے بغیر اللہ بھی نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي (۱۲/۱۸ یوسف) اے حبیب آپ فرمادیتے ہیں یہ محمد مصطفیٰ کا راستہ ہے۔ میں تمہیں اللہ کی طرف لے جاتا ہوں۔ میں اور جس نے میری (محمد ﷺ) کا اتباع کیا وہ اہل بصیرت ہیں۔ بصیرت نہ ہوگی تو پھر کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔ لاکھوں جامعہ کے سرٹیفکیٹ لئے پھرتا ہو۔ خود ساختہ القابات جتنے مرضی لگاتا ہوں۔ بصیرت کے بغیر عقل بھی ماری جائے گی۔ چنانچہ صرف ایک ہی راستہ ہے باقی تمام راستے گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ وہ راستہ ہے جس پر صدیق اکبرؑ چلے۔ عمر فاروقؑ چلے، عثمان غنیؑ چلے، شیر خداؑ چلے، حسن و حسینؑ چلے۔ داتا گنج بخشؒ چلے، حضرت جنید بغدادیؒ چلے، غوث اعظمؒ چلے، حضرت معین الدین چشتیؒ، بابا خواجہ بختیار کاکیؒ، بابا فرید شکر گنجؒ، محبوب الہی نظام الدین اولیاءؒ چلے۔ غرضیکہ اس راستے سے جو ہٹا اسے شیطان نے شکار کر لیا۔ ایک نقطہ کے گرد تین سو ساٹھ زاویے ہوتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک سیدھا راستہ ہے باقی تین سو ساٹھ راستے گمراہی کے ہیں۔

کلمہ گوئی

کلمہ طیبہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اسے کلمہ اس لئے کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے لئے اس کا کلام کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار کرنے سے پہلے تمام جھوٹے الہ کی نفی کرنی پڑتی ہے۔ پھر اس کے بعد تمام انسانیت کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ زبان کے ساتھ تصدیق بالقلب ہوئے بغیر بات نہیں بنتی کلمہ تو پڑھ لیا۔ بہت آسان ہے۔ یہ کلمہ کے الفاظ بھی اسی عظیم ترین ہستی کے لب مبارک سے نکلے ہیں جن سے محبت ایمان کا نام ہے۔ ورنہ کوئی مجھے بتائے کہ کلمہ طیبہ کمال کونسی سورۃ میں لکھا ہوا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض حالات میں کلمہ پڑھا ہوا بھی اکارت گیا۔ کیسے۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کے پیانے :- ایمان کا جو پیانہ آقا ﷺ نے بتایا وہ تو نہایت ہی آسان ہے اور وہ ہے محبت مصطفیٰ ﷺ۔ اس عظیم ترین ہستی سے محبت جس کے لئے یہ کائنات بنی ہے اور وہ ہے بھی محبت کے لائق، اس کا اسوہ حسنہ اتنا پیارا ہے کہ اس سے خود بخود محبت ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے محبت کرنا آسان ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیانے بنائے ہوئے ہیں اور وہ ظاہر ہے بہت سخت بھی ہیں۔ فرمان الہی ہے۔ فَلَا وَرَيْكَ لَا يَوْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۶۵﴾ (نساء ۴/۶۵) تو اے محبوب میرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو۔ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

یہ وہ پیانہ ہے جس کے پیمانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی قسم کھائی اور پھر شرط ایمان کی یہ لگا دی کہ تمہاری حاکیت قبول کر لیں۔ چنانچہ حاکیت مصطفیٰ ﷺ کا اقرار ایمان ہے جو حاکیت مصطفیٰ ﷺ سے انکار کرے وہ مومن نہیں۔ (حاکیت مصطفیٰ ﷺ کے متعلق جو کتاب اس فقیر نے لکھی ہے اس کو پڑھیں۔ قرآن و احادیث کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ کائنات احکم الحاکمین نے تخلیق کر کے ہمارے

آقا ﷺ کو اس کائنات کا حاکم بنا دیا)

(۲) دوسرا پیمانہ یہ ہے قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ أَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ○ (سورہ توبہ ۶۳/۹) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہیں ہوں تو راستہ دیکھو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ یہ ہے پیمانہ محبت رسول ﷺ جو کہ ایمان کا پیمانہ ہے۔ ذرا غور کریں اللہ تعالیٰ نے انسان کے تمام رشتے گنوا دیئے۔ یہ رشتے بندے کی بہت بڑی بڑی مجبوریاں ہیں۔ والدین کی محبت اور پھر اس سے بڑھ کر بیٹوں کی محبت بہت بڑی مجبوری ہے۔ بیٹے کی جدائی میں ایک نبی کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ایک اور جلیل القدر نبی نے اپنے پیارے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے لٹا دیا۔ پھر آگے بھائیوں کی مجبوریاں جو کہ محبت ہوتی ہے۔ پھر بیویوں کی محبت اور کنبے کی بڑائی وغیرہ۔ یہ سب بندے کی دنیاوی مجبوریاں ہیں جو اسے ساری زندگی درپیش رہتی ہیں۔ اب اس کے بعد مال و دولت بھی بتا دی جس کے لئے انسان قبر تک پہنچ جاتا ہے لیکن مال جمع کرنے کی ہوس ختم نہیں ہوتی اور جب کوئی کاروبار کرے تو اسے اس میں خسارے کا خدشہ لگا رہتا ہے۔ اور پھر زندگی میں رہنے کے لئے خوبصورت کوٹھی بنواتا ہے۔ تو یہ سارے اسباب دنیا گنوا کر اللہ تعالیٰ نے پھر ایک سوال کیا وہ یہ کہ کیا یہ سب تمہیں اللہ اور اس کے محبوب ﷺ اور اس کے راستے میں جدوجہد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں۔ (مومن کہے گا نہیں مجھے سب سے زیادہ پیارا محمد مصطفیٰ ﷺ ہے اور یہ تمام چیزیں میں ان پر قربان کرتا ہوں) اگر پیارے ہیں تو میرے عذاب کا انتظار کرو۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو فاسق قرار دیا۔ جو ان چیزوں کو زیادہ پیارا سمجھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ سنا دیا کہ میں انہیں ہدایت نہیں دیتا۔

اگر اللہ چاہتا

قرآن میں ہے۔ **وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مِنَ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا** (۱۰۹/۱۰ یونس) اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے لیکن ایمان میں زبردستی نہیں ہو سکتی کیونکہ ایمان ہوتا ہے تصدیق و اقرار سے اور جبر و کراہ سے تصدیق قلبی حاصل نہیں ہوتی۔ کئی لوگ ہٹ دھرم ہیں جیسے کفار مکہ تھے۔ ان کو ہدایت حق کا پتہ تھا کہ یہ ہے توجہ مگر انہوں نے کہا **إِنْ كَادَ لَيُضِلَّنَا عَنْ الْهَيْتِنَا لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا** کہ یہ (ہدایت حق) ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتی اگر ہم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر جتنے نہ رہتے چنانچہ معلوم ہوا کہ ایمان قبول کرنا یا اسے گنوارنا انسان کے اپنے اختیار میں ہے۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے لئے تو کوئی بھی بات مشکل نہیں میں چاہتا تو "کن" کہہ دیتا تو سب مومن ہو جاتے مگر میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کون اچھے عمل کرتا ہے۔

مومن حق کون ہیں :- قرآن کہتا ہے۔ **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ** ○ **الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ** ○ **لَوْلِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ** ○ (۳-۸ انفال) ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے۔ ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔ وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں۔ یہی سچے مسلمان ہیں ان کے لئے درجے نہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندہ جب تمام دنیاوی رشتوں اور مال و دولت سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے ان کی حاکمیت تسلیم کر کے مومن بن جاتا ہے۔ پھر اس کا یہ حل ہوتا ہے کہ جب اللہ کا ذکر ہو تو ان کے دل خوف خدا سے ڈر جاتے ہیں اور قرآن حکیم کی آیات (جو درحقیقت قصیدہ محبوب ہیں) پڑھنے سے ایمان اور ترقی پا جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے درجات اللہ کے ہاں ہیں تو یہ ہے صلہ اللہ تعالیٰ کے حبیب سے محبت کرنے اور ان کی حاکمیت تسلیم کرنے کا۔

مومنوں کا شیوہ

قرآن کہتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لُوَلِيكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ○ (الحجرات ۲۹/۱۵) ترجمہ۔ بیشک ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ پھر شک نہ کیا اور جہاد کیا اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں۔ وہی سچے ہیں۔

اس آیہ کریمہ میں ایمان بالرسول کا ذکر ہے یعنی کہ اللہ کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر بھی ایمان لایا جائے۔ یعنی کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس (نورانیت پر ایمان) کمالات، صفات، جمالات اور معجزات پر بھی ایمان لایا جائے۔ اگر ان میں سے کسی ایک بات پر بھی ایمان نہیں تو پھر وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہے۔ ہو سکتا ہے اپنے باطن کی خباثت کی وجہ سے کفر تک پہنچ جائے۔ کچھ لوگ اللہ پر تو ایمان لاتے ہیں۔ ملائکہ، یوم آخرت اور کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی زبان سے تو اقرار کرتے ہیں مگر آپ ﷺ کے اوصاف مثلاً علم مبارک میں نکتہ چینی کرتے ہیں۔ تو یہ پھر اقرار رسالت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے دائرہ ایمان سے نکل جاتے ہیں۔ اس آیہ میں مومنوں کا شیوہ بیان کیا گیا کہ (ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا) پھر انہوں نے شک نہ کیا۔ تو مومن تمام اوصاف حمیدہ پر ایمان لے آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمارے آقا ﷺ نور ہیں اور صاحب معراج ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا دیدار جسم کی آنکھوں سے کیا ہے۔ ہمکلامی بھی کی ہے (بغیر واسطہ کے) اور وہ صاحب کلی علم غیب ہیں۔ یہ ہے مومن کی شان، اللہ تعالیٰ نے انعام دیا۔ کَمَا هُمُ الصَّادِقُونَ (سچے ہیں)

مومن کا قول :- قرآن کہتا ہے۔ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَلُوَلِيكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وَمَنْ يَطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَخَشِيَ اللَّهَ وَتَقَىٰ فَوَلِيكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ○ (النور ۲۴/۵۲)

ترجمہ۔ مومن کا قول تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول

ان میں فیصلہ فرمائے کہ عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈر سے اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اس آیہ کریمہ میں ایک تو مومنوں کی بات کا ذکر ہے کہ جب اللہ اور رسول بلائیں (درحقیقت رسول کا بلانا اللہ کا بلانا ہے) کہ کسی جھگڑے میں رسول فیصلہ کریں تو مومن فوراً کہیں گے ہم نے سنا اور حکم مانا۔ اس کے برعکس جو رسول کے بلانے پر ان کے ہاں نہ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رسول اللہ کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کرتا۔ چنانچہ قرآن نے ایسے لوگوں کو منافق کا نام دیا ہے۔ ان کا بالاخر ٹھکانہ دوزخ ہے۔ مومنوں کو پھر کامیابی کی خوش خبری دے دی گئی ہے۔ بات پھر گھوم پھر کر محمد ﷺ رحمتہ للعالمین رؤف الرحیم کی محبت اور حاکمیت پہ ختم ہو جاتی ہے جو مومن کی بنیاد ہے۔

اسلام اور ایمان میں فرق :- اسلام اطاعت و فرماں برداری کا نام ہے کوئی کافر کلمہ طیبہ پڑھ لے تو اس نے اللہ تعالیٰ کو توحید اور رسول کی رسالت اپنی زبان سے کر لی۔ لیکن نعمت ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ ایمان کا محل قلب ہے۔ چنانچہ لغوی مفہوم کے اعتبار سے اسلام و ایمان الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں اور قرآن و حدیث میں اسی لغوی مفہوم کی بنا پر ایمان و اسلام کے اختلاف کا ذکر بھی ہے۔ جیسا کہ قرآن کہتا ہے۔
قَالَتِ الْأَعْرَابُ امَّا قُلِّ لَمْ نُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قَوْلُوا اسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلُ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ (المجرات ۴۹/۱۳) گنوار بولے ہم ایمان لائے۔ تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔ منافقین مدینہ عبد اللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھی زبان سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے تھے مگر چونکہ انہوں نے دل سے رسول اللہ کی رسالت کی تصدیق نہ کی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں منافق کہا اور پھر اسی وجہ سے جہنم ان کی منزل بن گیا۔ ان کے کلمہ گوئی، روزے، نماز، حج وغیرہ سب ضائع ہو گئے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ سے محبت کرنے کی بجائے ان کے ساتھ عداوت رکھی۔ اور مخالفت کی۔

ایمان چھپانا :- ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے شریعت کی رو سے اس کا اعلان ضروری

ہے مگر بعض حالات ایسے ہیں کہ کسی وجہ سے مثلاً جان جانے کے ڈر سے یا ایمان کو ظاہر کر دینے سے دیگر حالات پر برے اثرات کا مرتب ہونا کیونکہ کفر بظاہر زیادہ طاقت میں ہو تو ایمان چھپانے کا قرآن میں ثبوت ہے۔ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا إِنَّ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ (سورہ المؤمن ۲۶/۳۰)

ترجمہ۔ اور بولا فرعون والوں میں سے ایک مرد مسلمان کہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کیا ایک مرد کو اس پر مار ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے۔ میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے۔ یہ مرد فرعون کے قریبی رشتہ داروں سے تھا یعنی اس کا چچا زاد تھا۔ بعض نے اس کا نام خزئیل بن نوحائیل بتایا ہے اور بعض نے خزئیل۔ صاحب کلی علم غیب نے فرمایا۔ ام میں ایمان میں سبقت کرنے والوں میں تین ایسے ہیں کہ انہوں نے آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی کفر نہیں کیا۔ (۱) خزئیل مومن ال فرعون، (۲) حبیب نجار صاحب لیس، (۳) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور فرمایا حضرت علی ان سب سے افضل ہیں۔ (روح البیان)۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ ایمان کا تعلق دل کی تصدیق سے ہے اور بعض مخصوص حالات میں اگر مجبوری ہو تو ایمان چھپایا جاسکتا ہے۔

مومن کا کلمہ کفر کہنا:- اس سے پہلے ایمان چھپانے کی بات ہوئی۔ اب ایک اور صورت حل ہو سکتی ہے کہ انسان ایک ایسی حالت میں پھنس جائے کہ کفار کلمہ کفر کہنے پر مجبور کریں اور اگر یہ کلمہ کفر نہ کہا جائے تو جان جانے کا خطرہ ہو۔ لیکن ایک بہت کڑی شرط ہے وہ یہ کہ دل اطمینان پر جما ہوا ہو کہ ایمان پکا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ اَكْرَهَ وَّقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا..... (النحل ۱۰۶/۱۶)

جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو۔ سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہو ان پر اللہ کا غضب ہے۔ شان نزول، یہ آیت عمار بن یاسر کے حق میں نازل ہوئی کفار نے ان کے والدین اور انہیں پکڑ کر سخت سزائیں دیں کہ اسلام سے پھر جائیں والدین تو شہید کر دیئے گئے۔ عمار ضعیف نے

مجبور ہو کر بلول نخواستہ کلمہ کفر کا تلفظ کر دیا۔ آقا ﷺ کو خبر ہوئی کہ عمار کافر ہو گئے فرمایا ہرگز نہیں عمار سر سے پاؤں تک ایمان سے پر ہیں۔ عمار سے پوچھا اس وقت تیرے دل کا کیا حال تھا۔ عرض کیا دل ایمان پر خوب جما ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے شفقت و رحمت فرمائی۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جس شخص کو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا نہ ہو وہ کلمہ کفر زبان پر لانے سے کافر ہو جائے گا۔

دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں :- ایمان تصدیق قلب کا نام ہے اور یہ بے دیکھے لانا ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی اگر ضد کرے تو وہ ایمان نہیں لاسکتا۔ اسی طرح کی مختلف اعتراضات کفار نے کئے اور ایمان نہ لائے۔ قرآن میں ذکر ہے یومنون بالغیب یعنی کہ مومن وہ ہیں جو بے دیکھے ایمان لاتے ہیں۔ اور عقلی دلیل بھی یہی ہے۔ دیکھ کر ایمان لانا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ واقعہ معراج کی صبح جب ابو جہل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا کہ تمہارا دوست کتا ہے کہ وہ رات کے ایک حصے میں یہاں سے مسجد اقصیٰ پھر وہاں سے ساتوں آسمان اور پھر حجابات پار کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی اور دیدار کر آیا ہے۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے ایسا کہا ہے تو پھر یہ سچ ہے اور اسی وجہ سے ہی انہیں اللہ کی طرف سے ”صدیق“ کا خطاب ملا۔ یہ ایک مثل ایمان بالغیب کی ہے۔ صدیق اکبر نے یہ نہیں کہا کہ ابھی میں ان کے پاس جاؤں گا بات کروں گا اور پھر اس کے بعد تیری بات کا جواب دوں گا۔

قیامت کے دن کفار جب دوزخ کو دیکھیں گے پھر ایمان لائیں گے۔ مگر یہ ایمان قبول نہ ہو گا۔ فرمان الہی ہے۔ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ (السجدة ۵۸/۳۲) تم فرماؤ فیصلہ کے دن کافروں کا ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ انہیں مہلت ملے۔

اسی طرح اسی بنا پر فرعون نے جب دریا پار کرتے ہوئے دیکھا کہ موسیٰ اور بنی اسرائیل تو نکل گئے ہیں اور دریا کی تیز موجیں طے لگی ہیں اور وہ (فرعون) اب غرق ہو جائے گا تو اس نے پکارا۔ اے موسیٰ میں تیرے اور ہارون کے رب پر ایمان لایا۔ مگر

اللہ نے کہا "اب" یہ ایمان لانا منظور نہیں۔

ایمان کا تعلق یقین سے ہے :- ایمان کا تعلق یقین سے ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کے آغاز میں ہی فرمایا ذَلِكَ الْكِتَابُ لِارْبَابٍ فِيهِ (وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔ شک کا متضاد یقین ہے۔ کفار اسی شک کی وجہ سے ہی مارے گئے۔ وہ سمجھتے رہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ آپ ﷺ کو شاعر (نعوذ باللہ) کہتے رہے۔۔۔۔۔ منافقین مدینہ عبداللہ بن ابی ابن سلول اینڈ کمپنی بھی اسی بے یقینی کی حالت میں مارے گئے۔ کلمے پڑھے ہوئے نمازیں روزے اکارت گئے اور جہنم منزل بنا لیا۔ آج کل کے بد عقیدگی کے دور میں گمراہ گر پیشوا (آمت ا کفر) بھی اسی بے یقینی کی وجہ سے تباہ ہو گئے اپنا ایمان گنوا بیٹھے۔ یہ لوگ ناموں کے ساتھ شیخ القرآن لکھتے ہیں مگر قرآن کی آیات پر یقین نہیں کرتے اپنی رائے دیتے ہیں۔ وہابیت، نجدیت، دیوبندیت، موودیت، اسراریت وغیرہ سب بے یقینی کی بیماری میں مبتلا ہیں۔

عقل اور شریعت

عقل کی تخلیق :- جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اسے فرمایا پیچھے ہٹ جا پیچھے ہٹ گیا پھر فرمایا آگے ہو جا تو وہ آگے ہو گیا۔ پھر فرمایا میں نے اپنے نزدیک تیرے سے بڑھ کر کوئی مخلوق پیدا نہیں فرمائی۔ تیری وجہ سے میری عبادت ہو گی۔ تیری وجہ سے کسی کو دوں گا اور تیری وجہ سے کسی کو پکڑوں گا۔ (روح البیان سورہ طور۔ حدیث پاک)۔

عقل نور کا وہ حصہ ہے جو کہ قلم، لوح، عرش، حاملین عرش، کرسی، فرشتے، آسمان، زمین، جنت دوزخ، مومنوں کی آنکھوں کا نور، دلوں کا نور، انس و مجت کا نور، سورج، چاند، ستارے کی تخلیق کے بعد نور کے چوتھے حصے سے عقل علم علم اور عصمت و توفیق پیدا فرمائی۔

عقل۔ قرآن میں ذکر :- قرآن حکیم میں عقل کا لفظ ۴۹ دفعہ آیا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے۔

- ا۔ لقوم یعقلون۔ ۲/۱۳۳، ۳/۱۳، ۶۷-۱۶/۱۳، ۲۹/۳۵، ۲۸-۲۴/۳۰، ۳۵/۵
- ب۔ لا یعقلون۔ ۱۷۱-۲/۱۷۰، ۱۰۳-۵/۵۸، ۸/۲۲، ۱۰۰-۱۰/۲۲، ۲۹/۶۳، ۳۹/۳۳، ۳۹/۳
- ت۔ یعقلون۔ ۲۲/۳۶، ۳۵/۳۳، ۳۶/۶۸
- ث۔ لعلکم تعقلون۔ ۷۳-۲/۲۵۲، ۶/۱۵۱، ۲/۱۳، ۲۳/۶۱، ۲۴/۶۷، ۳۰/۶۷، ۳۲/۳، ۳۲/۱۷، ۵۷/۱۷
- ج۔ ان کنتم تعقلون۔ ۳/۱۱۸، ۲۶/۲۸
- ح۔ ما عقلوہ۔ ۲/۷۵
- خ۔ افلا تعقلون۔ ۲۳-۲/۷۶، ۳/۶۵، ۶/۳۲، ۷/۱۶۹، ۷/۱۶، ۱۰/۵۱، ۱۱/۵۱، ۱۳/۱۰۹، ۲۱/۱۰
- ۳۷/۶۳، ۲۱/۶۷، ۲۳/۸۰، ۲۸/۶۰، ۳۷/۱۳۸
- د۔ افلم تکونو تعقلون۔ ۳۶/۶۳
- ذ۔ لو نعقل۔ ۱۰/۶۷
- ر۔ یعقلہا۔ ۲۹/۳۳

عقل کا دائرہ :- انسان کو شریعت کا پابند بنانے کے لئے اس کے گرد عقل کا دائرہ کھینچ دیا۔ عقل دے کر اختیار بھی دے دیا چاہے اچھا راستہ اپناؤ چاہے دوسرا راستہ۔ اور اسی وجہ سے قیامت کے دن حساب کتاب ہونا ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا فینبئکم بما کنتم تعملون پس ہم تمہیں بتا دیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ معلوم ہو کہ عمل کے پیچھے عقل کار فرما ہے بس یہی سمجھنے والی بات ہے۔

عقل اور کفار مکہ :- کفار مکہ جاہلیت اور گمراہی کے اندھیروں میں گرے پڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی راہبری کے لئے رحمت للعالمین رؤف الرحیم ﷺ کو بھیجا تاکہ ان کو اندھیروں سے نکل کر روشنی کی طرف لے جائے۔ کفار مکہ نے اس دعوت حق کو ٹھکرایا اور پھر اس کے ٹھکرانے کا اقرار بھی کیا۔ کہتے تھے اِنْ كَادَ لِيُضِلَّنَا عَنْ الْهَيْئَةِ لَوْلَا اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا (۲۵/۳۲) قریب تھا کہ ہم اس (دعوت حق) کی وجہ سے اپنے معبودوں (باطل) سے بسک جاتے اگر ہم اپنی ہٹ دھرمی پر جے نہ رہتے۔ بتوں کی پوجا کو اپنا وطیرہ بنایا۔ اپنے ہی ہاتھوں سے بنائے ہوئے پتھر کے بت لکڑی کے بت اور آٹے کے بت بنا کر ان کی پوجا کرتے بلکہ جب بھوک لگتی تو ان آٹے کے بتوں کو پانی ڈال کر گوندھ لیتے اور روٹی پکا کر کھا لیتے۔ بہت ہی کم عقل تھے۔ پیغام حق میں بتایا گیا تھا کہ اللہ صرف ایک ہی ہے اس کی ہی بندگی کرو۔ اس پر ابو جہل نے کہا اَجْعَلُ الْاِلٰهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنْ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجَابٍ (۳۸/۵) اتنے معبودوں کو اس نے ایک معبود بنا دیا۔ یہ تو عجیب بات ہے۔

عقل اور کفار مکہ :- ان میں عقل کے مطابق کام نہ کرنے کی ضد تھی اور یہی وجہ تھی کہ وہ بد عقیدہ تھے۔ اگر عقل سے کام لیتے۔ آقا ﷺ کی دعوت حق سنتے تو پھر وہ اس بد عقیدگی اور اندھیروں سے نکل کر روشنی کی نہ آجاتے۔

فرمان مصطفیٰ ﷺ :- دعوت حق کے اعلان سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہیں میں سے (مِنْ اَنْفُسِكُمْ) ایک رسول تمہاری طرف آیا ہے۔ (اور پھر وہ کسی مدرسے کا پڑھا ہوا نہ ہو تاکہ ان کو کوئی اعتراض نہ مل جائے کہ جی یہ تو فلاں جگہ سے آئے ہیں۔ فلاں مدرسے سے پڑھ کر جو آئے ہیں وہ ہمیں منظور نہیں وغیرہ وغیرہ) یہ

حکمت تھی کہ جب آپ ﷺ نے ان میں چالیس سال گزارے۔ تو ان کفار نے "صادق" اور "امین" کے خطابت دیئے۔ لیکن وہ دعوت حق کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی بجائے ضد سے ٹھکرا دیتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمَرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۱۰/۱۶ یونس)

ترجمہ۔ تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ چنانچہ بات کالب لباب ایک بات یا نکتے پر ختم ہوا اور وہ ہے "عقل"۔

قیامت کے دن :- جب پوری انسانیت حشر کے روز اکٹھے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

اے آدم کی اولاد میں نے نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اس کی پیروی نہ کرنا۔ اَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ (۳۶/۶۳ یس) کیا تم کو عقل نہ تھی۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو شیطان کی گمراہی کے پھندے میں پھنس گئے کو یاد دلائے گا کہ اگر "عقل" سے کام لیتے تو پھر شیطان کے جل میں نہ پھنستے۔

روزخियों کی ندامت :- روزخی جب پھینکے جائیں گے۔ تو داروغہ جنم ان سے پوچھے گا کہ کیا تمہیں کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا۔ بولیں گے آیا تھا مگر ہم نے اس کا مذاق اڑایا۔ پھر جب روزخ میں پھینکے جائیں گے تو ان کے منہ سے ندامت کے مارے نکلے گا۔ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ لَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ (۱۰/۶۷ الملک) اگر ہم سنتے یا "عقل" کی ہوتی تو روزخ والوں میں نہ ہوتے۔ یہاں پھر "عقل" یاد آئی جس کا انہوں نے قرار کیا۔

اللہ تعالیٰ کا جواب :- کفار مکہ آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ چھوڑتے جسمانی اور ذہنی ایذا میں پہنچانا ان کا وطیرہ تھا۔ کبھی شاعر کہتے کبھی کاہن کہتے اور کبھی مجنوں۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا (سورہ طور ۳۲/۵۲) اے محبوب تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے کاہن ہو نہ مجنوں یا کہتے ہیں یہ شاعر ہے۔ یہیں ان پر حوادث زمانہ کا انتظار ہے تم فرماؤ انتظار کئے جاؤ۔ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔ کیا ان کی عقلیں انہیں یہی بتاتی ہیں۔ (أَمْ نَأْمُرُهُمْ أَخْلَامَهُمْ بِيَهُنَا)

یہاں بھی بات ”عقل“ کی ہوئی۔

وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالَمُونَ :- اور نہیں سمجھتے مگر علم والے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ علم والے ہونا کا ”پیمانہ عقل“ ہے۔ عقل کے بغیر کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا کی۔ اود دو راستے بتا کر کہا کہ عقل کو استعمال کرو گے تو یقیناً اچھا راستہ کی راہنمائی کرے گی۔ اور عقل کو پیچھے پھینک دو گے تو پھر بھٹک جاؤ گے بڑے بڑے صرف اس وجہ سے بھٹک گئے کہ وہ عقل کی راہ اپنانے کی بجائے اپنی ضد پر ڈٹے رہتے چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ شریعت عقل کے دائرے کے اندر ہے۔

حقیقت اور معرفت

۱۔ حقیقت کیا ہے :- حقیقت تو یہ ہے کہ آقا ﷺ کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آپ ﷺ کا فرمانِ یَا بَابُکْر لَمْ يَعْلَمْنِي حَقِيقَةً غَيْرَ رَبِّي۔ فَأَعْرَفْتُ ذَالِكُ ترجمہ۔ میری حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اے ابوبکر (ؓ) تو اچھی طرح جان لے۔ امت میں حضرت ابوبکر صدیق (ؓ) کا مرتبہ اور مقام کیا ہے۔ لیکن یہاں بات ہے محبوب ﷺ کی حقیقت کی۔ ابوبکر صدیق (ؓ) وہ ہستی ہیں جن کے متعلق آقا ﷺ کا فرمان ہے کہ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَا تَخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلَٰكِنْ أَحِبِّي وَصَاحِبِي۔ ترجمہ۔ اگر میں رب کے علاوہ کسی اور کو دوست بناتا تو وہ ابوبکر (ؓ) ہوتا مگر وہ میرا دینی بھائی اور ساتھی ہے۔ (بخاری) محب اور محبوب (ؓ) کی دوستی اور پھر اس کی حقیقت کوئی ان کے سوا نہیں جانتا۔ دینی بھائی سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا کر ٹاٹ کا لباس پہن کر کیکر کے درخت کے کانٹے اتار کر بٹن کی جگہ لگا کر حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے لئے صرف اللہ اور رسول (ﷺ) کافی ہیں تو دوست کی دوستی کی حقیقت کیا ہوگی۔

ب۔ معرفت کا سمندر :- معرفت کے سمندر کا اس طرف کا کنارہ یقین کی منزل ہے یہاں علم، عقل، عشق پہنچاتے ہیں ان سب کو ملائیں تو اسے شریعت کہتے ہیں۔ معرفت کے سمندر میں جب عاشق غوطہ زن ہوتا ہے تو اسرار و رموز کے موتی چٹا ہے۔ اسے معرفت کہتے ہیں۔ معرفت کا دوسرا کنارہ حقیقت ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔

ت۔ شانِ محبوبیت :- ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا اللہ کا حبیب (ﷺ) ہوں اور اس پر مجھے فخر نہیں باتِ عظیم مبارک کی ہو رہی ہے۔ محبوب ﷺ کے فرمان مبارک کو جاننے کے بعد پھر عقل کی کسوٹی پر دیکھیں گے کہ علم مبارک کی کوئی حد ہے۔ یقیناً کوئی حد نہیں۔ فرمانِ مصطفیٰ ﷺ آگے آئیں گے۔

۱۔ اِنِّي لَرَايَ مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ۔ (بیشک میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں

دیکھتے اور میں جو سنتا ہوں تم نہیں سنتے) یہ ارشاد مبارک سننے والے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ہیں جن کی نظر ہزاروں میل تک دیکھتی تھی اور ادھر کی آواز سنتی بھی تھی۔

ث۔ دیکھنے کی حد (Range) :- عام انسان کی دیکھنے کی حد کلنی ہے۔ افق المین (جہاں زمین و آسمان ملتے نظر آتے ہیں) تک تو دیکھ ہی سکتا ہے۔ سورج، چاند، ستاروں کو لاکھوں میل دور دیکھ سکتا ہے مگر ایک حد پر آکر آگے کچھ نظر نہیں آتا۔ اگر بیچ میں رکاوٹ ہو تو پھر دیکھنے کی حد کم ہو جاتی ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا کانما انظر الی کفی ہذا۔ قیامت تک ہونے والے واقعات میں ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو۔ قربان جاؤں اس ہتھیلی پر۔ ہمارے محبوب (ﷺ) کا ہاتھ تو اللہ کا ہاتھ ہے۔ جنگ خندق ہو رہی ہے اور سعد بن معاذ تیر کھا کر شہید ہو گئے ہیں۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ رحمٰن کا عرش مل گیا ہے۔ اِهْتَزَّ الْعَرْشُ الرَّحْمٰنِ آسْمَانُوں کے دروازے کھل گئے ہیں اور ستر ہزار ملائکہ زمین پر آئے ہیں جو پہلے کبھی نہ آئے تھے رحمٰن کا عرش کیوں مل گیا۔ بلکہ جھوم گیا۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ وہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آسمانوں اور ملائکہ کو بتانے کے لئے۔ گویا کہ عرش رحمٰن بھی ہتھیلی پہ۔ عرش کو جھومتا دیکھا۔ آسمانوں کے دروازوں کو کھلتے دیکھا۔ فرشتوں کی تعداد کا علم۔ اور یہ بھی علم کہ وہ پہلے کبھی زمین پر نہ آئے تھے یعنی ایک ایک فرشتے کی حرکات و سکنات کا علم۔ عرش کے ہٹنے کی وجہ کا علم۔ کوئی حد ہے آپ ﷺ کی نظر مبارک کی۔ یہ دوسرے جہانوں کی باتیں ہیں (ملائکہ مقرب اور بنی مرسل کی حد سدرۃ المنتہی ہے)

ج۔ عالم برزخ کا مشاہدہ :- صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ساتھ ہیں، قبرستان سے گزر ہوتا ہے، عالم برزخ میں، دوسروں کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے فرمایا ان میں سے ایک پیشاب کے چھینٹے سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا مل کا نافرمان تھا۔ اس عالم خلق میں خود ہیں اور دیکھتے عالم برزخ میں ہیں۔ اور عذاب کی وجہ کا بھی علم ہے۔ جنگ احد کے شہید حضرت عبداللہ بن حنظلہ (رضی اللہ عنہ) (جناب کی حالت میں نکلے تھے) کو دیکھا کہ ملائکہ انہیں غسل دے رہے ہیں۔ (اسی لئے غیل الملائکہ کہلائے) عامر بن فیرہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام) شہید ہوئے۔ جسم نہ ملا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو ملائکہ اٹھا کر

لے گئے۔

ح۔ سننے کی حد (Range) :- عام انسانوں کے سننے کی حد دیکھیں جنتی جنت کے اعلیٰ ترین درجے علیین میں ہو گا اور دوزخی دوزخ کے نیچے سجین میں ہو گا۔ کروڑوں اربوں میل کا فاصلہ ہو گا۔ کوئی فون وغیرہ نہیں۔ آپس میں گفتگو کریں گے۔ دوزخی دور سے پانی اور رزق مانگے گا۔ جنتی سنیں گے تب ہی تو جواب دیں گے کہ یہ دونوں چیزیں کفار پر حرام ہیں۔ جنتی دوزخیوں سے پوچھیں گے تم دوزخ میں کیوں آئے۔ دوزخی بولیں گے ہم مسکین کو کھانا نہ کھلاتے اور نماز نہ پڑھتے تھے اور یہ تو عام انسانوں کی حد ہے آقا ﷺ کے سننے کی حد کا تو کسی انسان کو پتہ ہی نہیں۔

خ۔ آقا ﷺ کی سننے کی حد :- ایک مختصر سی مثال ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اقلام تقدیر کی آوازیں سنتا تھا۔ حالانکہ میں ماں کے پیٹ میں تھا۔ زمین پر بیٹھے ہوئے عرش کے ہلنے کی آواز سنتا۔ آسمانوں کے دروازے کھلنے کی آواز سنتا۔ فرشتوں کے اترنے کی آواز سنتا۔ صرف اور صرف حاکم کائنات کی ہی شان ہے۔

(۱) لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمَ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا

(اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو ہنستے کم اور روتے بہت زیادہ) یہ ارشاد مبارک کے سننے والے بھی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) و عمر (رضی اللہ عنہ) عثمان (رضی اللہ عنہ) و علی (رضی اللہ عنہ) جیسے بلند مرتبہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ہیں۔

شب معراج :- جو محب اور محبوب (ﷺ) میں گفتگو ہوئی۔ جو علم عطا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے امت کی شکایات کیں ان علوم کا جانتا صرف اور صرف ہمارے آقا ﷺ کی ہی شان ہے۔

محب کی محبوب سے شکایتیں (شب معراج) :- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا وہ سر بمر باتیں کیا تھیں؟ فرمایا: میرے امیوں کی شکایات تھی۔ فرمایا: پہلا: اے محمد ﷺ! میں خود بندوں کے رزق کا ضامن ہوں اور آپ کی امت میری ضمانت پر اعتماد نہیں کرتی اور نارسیدہ غم کو اپنے دل پر مسلط کر لیتی ہے، پھر غم ابھی آیا ہی نہیں اس کا غم کھانا انسان کے غم آنے سے پہلے ہی

غمزوہ کرتا ہے۔

ہاں بہتر کہ بافروا گزارم کار فردا را

دوسری :- یہ کہ میں نے بہشت کو آپ اور آپ کے دوستوں کے لئے پیدا کیا ہے، لیکن آپ کے امتی بہشت سے رغبت نہیں کرتے یعنی اعمال خیر میں کوتاہی کرتے ہیں۔

تیسری :- یہ کہ دوزخ کو میں نے آپ کے دشمنوں کے لئے پیدا کیا ہے لیکن آپ کے امتی اس میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض میری نافرمانی کی جرات کر بیٹھے ہیں۔

چوتھی :- بات یہ کہ میرے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اور میرے بندوں کے ساتھ صلح یعنی تنہائی میں گناہ کرتے ہیں اور مجھ سے شرم نہیں کرتے اور لوگوں کے سامنے ارتکاب گناہ سے پرہیز کرتے اور ان کی ملامت سے خوف کھاتے ہیں۔

پانچویں :- یہ کہ میرا ان سے کل یعنی آئندہ کے اعمال کا مطالبہ نہیں ہوتا مگر وہ مجھ سے ہفتہ، مہینہ اور سال کی روزی طلب کرتے ہیں۔

چھٹی :- بات یہ ہے کہ میں ان کی روزی ان کے سوا کسی اور کو نہیں دیتا لیکن وہ میری عبادت کو دوسروں کے سپرد کرتے ہیں یعنی ان کی عبادت میں ریا کاری ہوتی ہے۔ دوسروں کو اس میں شریک کر لیتے ہیں، عزت و ذلت میرے اختیار میں ہے، وہ فیروں سے اپنی امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں اور فیروں سے ڈرتے ہیں۔ فرشتے ہر وقت ان کے برے اعمال میرے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ میں فرشتوں کے سامنے ان کی شکایت نہیں کرتا اور میں اگر کچھ تکلیف مصیبت ان کو پہنچاؤں تو وہ لوگوں کے سامنے میری شکایت کرتے ہیں اور کفران نعمت اور ناشکری کرتے ہیں۔

DR اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اٰهْلَ النَّارِ :- ترجمہ۔ بیشک میں ضرور اس کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر دوزخ سے نکلے گا۔ دوزخ میں ایک ایسا شخص ہو گا جو پروردگار سے عرض کرے گا کہ مجھے دوزخ کے دروازے تک کر دے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا اس کے بعد

کوئی بات نہ کہنا۔ وہ شخص کہے گا چھ۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا اسے دوزخ کے دروازے کے قریب کر دیں گے۔ پھر وہ شخص دوبارہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ یا اللہ مجھے دوزخ کے دروازے میں کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آدمؑ کی اولاد تو کتنا وعدہ خلاف ہے۔ یہ شخص کہے گا یا اللہ اس کے بعد اور کچھ نہ کہوں گا۔ پھر فرشتے بحکم الہی دروازے کے بیچ کر دیں گے۔ اس کے بعد وہ شخص کہے گا یا اللہ مجھے دوزخ کے دروازے کے باہر کر دے۔ اللہ تعالیٰ پھر کہے گا۔ اے آدمؑ کی اولاد تو بڑا وعدہ خلاف ہے۔ بار بار وعدہ خلافی کرتا ہے۔ یہ شخص کہے گا کہ یا اللہ پاک اب اس کے بعد اور بات نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ پھر فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کو دوزخ کے دروازے کے باہر کر دے۔ وہ کر دیں گے۔ اس شخص کے متعلق آقا ﷺ نے فرمایا میں اس کو بھی جانتا ہوں کہ وہ کس گنہ کی وجہ سے دوزخ میں گیا۔

۴۔ فرمان مصطفیٰ: لِي وَوَقْتُ مَعَ اللَّهِ لَا يُطْلَعُ عَلَيْهِ مَلَكٌ مُّقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ (ترجمہ) میرا ایک وقت اللہ کے ساتھ ہے جس پر کوئی مقرب فرشتہ نہ نبی رسول مطلع ہے۔

مقرب فرشتے اور نبی رسول کی حد سدرة المنتہی ہے۔ اس کے آگے نہ زماں ہے نہ مکان ہے۔ ہمارے آقا ﷺ ایک وقت اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں (حالانکہ اللہ کہتا ہے میں صابروں کے ساتھ ہوں۔) بدر کے لئے جاتے ہوئے فرشتوں کو کہا انہی معکم عالم ارواح میں انبیاء سے عہد لینے کے بعد محبوب (ﷺ) کی رسالت کے لئے کہا کہ سب گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ (انا معکم) گواہوں سے ہوں اللہ ہر ایک کے ساتھ مگر محبوب (ﷺ) اللہ کے ساتھ۔ یہ ہے شان محبوب (ﷺ) (محب کے ہاں نہ زماں نہ مکان) پھر باقی کونسا علم رہ گیا جو ہمارے آقا ﷺ کو (نعوذ باللہ) پتہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تو پتہ بتا دیا کوئی اور اللہ ہے۔ جس کا ہمیں پتہ نہیں بتایا گیا۔ نہیں کوئی اور اللہ نہیں ہے۔

۵۵ اَنَا نَبِيُّ الْبَيْتَةِ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ تَأْخِرُ حَدِيثًا: ایک رات میرا رب میرے پاس آیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں میں بھی اپنے رب کے ساتھ احسن

صورت میں تھا۔ فرمایا اے محمد (ﷺ) میں نے عرض کیا مولا میں حاضر ہوں۔ فرمایا مقرب فرشتے کس میں جھگڑتے ہیں۔ میں نے کہا مجھے خبر نہیں (تو بہتر جانتا ہے) یہ تین بار فرمایا۔ آپ (ﷺ) فرماتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست رحمت میرے کندھوں کے بیچ رکھا حتیٰ کہ میں نے اس سے خوشی اور شادمانی کا اثر اپنے سینے میں محسوس کیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ (ﷺ) کو علم ہے کہ فرشتے کیا کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رب وہ کفارات کے متعلق باتیں کرتے ہیں۔ پوچھا کفارات کیا ہیں۔ میں نے عرض کیا موسم سرما میں اچھی طرح وضو کرنا۔ اور عضو تک اچھی طرح پانی پہنچانا۔ دوام باجماعت نماز ادا کرنا تیسرا ہر نماز ادا کرنے کے بعد اگلی نماز کا انتظار کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا۔ اے فرشتو! تمہیں مشکل کشا مل گیا جو بھی مشکل سوال ہے آپ (ﷺ) سے پوچھو۔ حضرت اسرافیل حاضر ہوئے پوچھا یا محمد ما ا کفارات۔ آپ (ﷺ) نے بتا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا صدقت یا محمد۔ پھر حضرت جبرائیل حاضر ہوئے پوچھا یا محمد ما النجیات۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا پوشیدہ اور اعلانیہ خدا سے ڈرنا۔ فقیری اور توغمری میں میانہ روی اور ناراضگی اور خوشی میں انصاف کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا صدقت یا محمد۔ پھر حضرت میکائیل حاضر ہوئے اور پوچھا یا محمد (ﷺ) ما الدرجات آپ (ﷺ) نے فرمایا بھوکے کو کھانا کھلانا۔ سلام کرنا رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں نماز پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا صدقت یا محمد۔ اس کے بعد حضرت عزرائیل حاضر ہوئے پوچھا یا محمد ما المصلکات (بندوں کو ہلاک کرنے والی) آپ (ﷺ) نے فرمایا یعنی وہ بخیل جس کی لوگ اطاعت کریں جو کچھ بخیل انہیں کہتے ہیں اس پر عمل کریں۔ نفسانی خواہش کی پیروی کرنا اور خود کو نیک سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا صدقت یا محمد (یہ مقرب فرشتے چار ہزار سال سے بحث کر رہے تھے مگر انہیں جواب نہیں مل رہا تھا۔) آپ (ﷺ) کا انتظار اللہ تعالیٰ نے کروایا۔ کہ محبوب آئے کیونکہ یہ حاکم کائنات کا کام ہے کہ اپنے مطیع مخلوق کے جھگڑے پنٹائے۔

D۶ اِنَّ رَبِّيْٓ اَسْتَشَارُنِيْ فِىْ اُمَّتِيْ مَاذَا اَفْعَلُ بِهٖمُ :- ترجمہ۔ بیشک میرے رب نے میری امت کے متعلق مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں۔ میں نے عرض کیا اے پروردگار وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر

دوبارہ حضور نے فرمایا میں نے وہی کہا پھر فرمایا اے محمد میں تجھے تیری امت کے حق میں
 او اس نہ کروں گا اور مجھے خوشخبری دی کہ سب سے پہلے آپ کے ستر ہزار امتی جنت
 میں داخل ہوں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار (طفیلی) اور ان سے کوئی حساب نہ لیا
 جائے گا۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۹۳)

خلاصہ :- ہے ہاں حاکم کائنات۔ احکم الحاکمین نے حاکم کائنات سے مشورہ کر کے فیصلہ
 فرمایا۔

D کتاب مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ اسْمَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاسْمَاءُ اَبَاءِ
 هُمْ وَقَبَائِلُهُمْ :- اور دوسری کتاب میں اسماء اهل النار۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو
 مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو یہ کیا کتابیں ہیں۔ صحابہ کرام بولے یا رسول اللہ
 ﷺ آپ کے بتائے بغیر نہیں جانتے (کتنے بچے مومن تھے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ
 دانے ہاتھ والی کتاب میں تمام جنتیوں کے نام ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام
 ہیں پھر آخر تک ٹوٹل ہے اور بائیں ہاتھ والی کتاب میں دوزخیوں کے نام۔ ان کے
 باپ دادوں اور قبیلوں کے نام پھر آخر تک ٹوٹل ہیں۔

خلاصہ :- ہے نا حاکم کائنات جس کے علم مبارک میں ہے کہ یہ انسان اپنی بد اعمالیوں
 کی وجہ سے دوزخ اور اچھے اعمال کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔ یہ ہوتی ہے حاکم
 کی شان۔

DA اللّٰهُ مُعْطِيٌّ وَاَنَا قَاسِمٌ :- آپ ﷺ کا فرمان ہے اللہ عطا کرتا ہے اور میں
 بانٹتا ہوں۔ اس میں علم بھی شامل ہے۔ اور جیسا کہ آیت مبارکہ کے مطابق آپ
 ﷺ غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں اس لئے ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ بہت بڑے سخی
 ہیں اور علم بھی سب چیزوں کے ساتھ آپ ﷺ کے در سے۔ طے گا قاسم کے در سے
 ہی سب کچھ ملتا ہے۔ یہ اللہ کا سٹم ہے۔ انسان کے دفتر میں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی
 بندہ یہ کہے کہ میں اس مخصوص کھڑکی سے نہ لوں گا بلکہ دفتر کے اندر جا کر مطلوبہ چیز
 لاؤں گا۔ اور پھر وہ ایسا کر لیتا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ انسان کے دفتر میں کرپشن
 (خرابی، بگاڑ) ہے۔ بتائے ہوئے سٹم کو توڑا گیا مگر اللہ تعالیٰ کے دفتر میں کرپشن نہیں

ہے۔ وہاں فطرت کے خلاف بات نہیں ہوتی۔ یہی فرق بندے اور اللہ کے دفتر کے درمیان ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب (قاسم) کے علاوہ اس کی رضا کے بغیر دے دے تو پھر بندے اور اللہ کے سٹم میں کیا فرق رہ گیا۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ عطا کرتا ہے اتنا ہی گویا کہ پورا پورا آپ ﷺ بانٹتے ہیں۔ عطا اور بانٹ برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہلوا یا کہ میں تو سو فیصد عطا کرتا ہوں اور تم کچھ فیصد بانٹو نہیں یہ محبوبیت ہے سب کچھ محبوب ﷺ کے در سے دلوانا ہے جو کہ حاکم کائنات کی شان کے شایاں ہے۔

نتیجہ یہ ہے نال حاکم کائنات۔ احکم الحاکمین عطا کرے اور حاکم کائنات بانٹے۔

شان محبوب ﷺ

(۱) اے حبیب (ﷺ) اگر تو نہ ہوتا:- میں محب کی باتیں کرتے ہیں پھر محبوب (ﷺ) کی باتیں ہوں گی۔

(۱) محب کتا ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ
الرَّبُّوْبِيَّةَ اے محبوب (ﷺ) تو نہ ہوتا تو یہ کائنات نہ ہوتی۔ اے محبوب (ﷺ) تو نہ ہوتا تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ کرتا۔

(۲) ذکرِ محبوب (ﷺ):- میرے ذکر کے ساتھ تیرا بھی ذکر ہو گا۔ کیونکہ تو میرا نائبِ اعظم ہے۔

(۳) يَا مُحَمَّدُ كُلُّ اَحَدٍ يُطَلِّبُ رِضَائِي وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاكَ فِي
الدَّارَيْنِ۔ (تفسیر کبیر) اے محمد ہر کوئی میری رضا چاہتا ہے اور میں تیری رضا چاہتا ہوں۔

(۱) بدر کا میدان۔ جنگ ختم، جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار پیچھے باقی ملائکہ زرد عمامے باندھے ہوئے ہاتھوں میں گرد آلود نیزے ہیں کتا ہے یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ میں اس وقت تک آپ (ﷺ) سے جدا نہ ہوں جب تک آپ (ﷺ) راضی نہ ہو جائیں تو کیا آپ (ﷺ) راضی ہیں۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا ہاں میں راضی ہوں۔ ہر جگہ محبوب (ﷺ) کی رضا کی خواہش۔ قیامت تک کیا بلکہ اس کے بعد بھی۔

(ب) شفاعت کے مرحلے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے محبوب (ﷺ) کی امت کو بخش کر پوچھے گا لرضیت یا محمد (کیا آپ راضی ہیں یا محمد (ﷺ) اور پھر آقا (ﷺ) فرمائیں گے رب قدرضیت۔ اے رب میں راضی ہوں۔

(ت) شبِ معراج۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے دیدارِ مصطفیٰ (ﷺ) کی اجازت طلب کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت دے دی تو تمام ملائکہ سدرہ پر آبیٹھے اور جمل مصطفیٰ (ﷺ) کو دیکھنے کے لئے سدرہ کو ڈھانپ لیا۔

تفسیر درمنثور میں ہے۔ آپ (ﷺ) کا فرمان ہے راوی انس بن مالک ہیں کہ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عَرَّجَ بَنِي مِصْنَةَ جِبْرِيلَ حَتَّى

جَاءَ الْجَنَّةَ فَدَخَلَتْ فَأَعْطِيَتْ الْكَوْثَرَ ثُمَّ مَضَى حَتَّى جَاءَ السِّدْرَةَ
 الْمُنْتَهَى فَدَنَا رَبُّكَ فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ○ جب سدرۃ المنتہی
 پہنچے تو تیرا رب نزدیک ہوا۔ (یہاں دنا کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اگر دنا کا فاعل آپ ﷺ
 ہوں تو پھر یہاں ذنبت ہوتا۔ کیونکہ یہ آپ خود فرما رہے ہیں) اس کے بعد فرمایا
 تمہیں تیرا رب خوب اتر آیا (یہاں بھی تدلی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے) اور پھر اتنے قریب
 کہ دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور محب نے محبوب سے گفتگو کی۔
 محبوب نے محب کو اپنے سر مبارک کی آنکھوں سے دیکھا۔ تو یہ ہے قرب الہی کی
 باتیں۔

(ث) یا محمد سے خطاب :- جتنی بھی احادیث صرف ”یا محمد“ کے خطاب سے شروع
 ہوتی ہیں ۱۳ ہیں اس کے علاوہ کئی احادیث کے درمیان میں اور بعض کے آخر میں ”یا
 محمد“ سے خطاب ہے۔ یہ محبوبیت کی وہ بلند ترین منزلیں ہیں جہاں کسی انسانی ذہن کی
 رسائی ممکن نہیں۔ قرآن میں یا ایہا النبی ۱۳ دفعہ اور یا ایہا الرسول ۲ دفعہ آیا ہے۔
 چنانچہ یا محمد۔ یا نبی۔ یا رسول کہنا اللہ کی سنت ہے۔ کتنی بہترین سنت ہے۔ ہم تو اللہ
 تعالیٰ ہی کی سنت کی پیروی کر کے ایسے پکارتے ہیں۔ کہاں لکھا ہے ایسے نہ پکارو۔

(ج) فَسَلِّ بِهٖ خَبِيرًا (القرآن) :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرا پتہ پوچھنا ہے تو
 ایک خبیر ہے سے پوچھو۔ آپ (ﷺ) نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا پتہ ہمیں بتایا۔
 باقی کیا رہ گیا۔ کوئی اور اللہ تو نہیں ہے جس کے متعلق آپ (ﷺ) نے نہ بتایا ہو۔

مشترک صفات

صفات	محب جل جلالہ (رب العالمین)	محبوب ﷺ (رحمۃ للعالمین)
۱- معلم	الرحمن ۵۵/۱۵۲۰ علم القرآن	۲/۱۱۴۰ يعلمهم الکتب والحکمہ
۲- تزکیہ	ولکن اللعیز کی من شامہ ۴۴/۲۸	۲/۱۱۴۰ ویزکیہم
۳- نور	اللغور السموت ۲۴/۳۵	قد جاءکم من اللغور ۵/۱۵
۴- راضی ہوتا	واللغور سولہا حق ان یرضوہ ۹/۶۲	واللغور سولہا حق ان یرضوہ ۹/۶۲ (محبوب راضی تو پھر محب راضی)
۵- کرم	یا ایہا الناس ما غر کبیر بکالکریم ۸۲/۶	انلقولہ سول کریم ۶۹/۳
۶- رؤف	اللعبالناس سے رؤفہا کریم ۲	بالمؤمنین رؤفہا کریم ۹/۱۳۸
۷- رحیم	اللعبالناس رؤفہا کریم ۲	بالمؤمنین رؤفہا کریم ۹/۱۳۸
۸- ہادی	یہدی من یشالی صراط المستقیم ۲/۲۱۳	وانکلنہدی الی صراط مستقیم ۴۲/۵۹
۹- سول	اللغولی الذین امنوا ۲/۲۵	انما ولیکم اللغور سولہ ۵/۵۶
۱۰- عزت	فان العز قلہ جمیعہ ۴/۱۳	وللعز قولہ سولہ ۶۳/۸
۱۱- اندھیروں سے نکالنا	لیخرجہم من الظلمتالی النور ۲۴/۲۱	لتخرجہم من الظلمتالی النور ۱۳/۱
۱۲- انعام کرنا	نعم اللہ علیہم ونعمت علیہم ۳۳/۲	جس پر اللہ نے انعام کیا تو نے انعام لیا ۳۳/۳
۱۳- اطاعت	اطیعوا اللہ واطیعوا رسول	من یطع اللہ سولہا فقد اطاع اللہ
۱۴- طلال کرنا	ما حل اللعلکم ۵/۸	یحل لہم الطیبۃ ۷/۱۵
۱۵- حرام کرنا	ما حرم اللغور سولہ ۹/۲۵	وہم علیہم الخبیثۃ ۷/۱۵
۱۶- امر معروف	ان اللعیامر بالعدل ۱۶/۶۹	یا امرہم بالمعروف ۷/۱۵
۱۷- نہی من المنکر	ونہی عن الفحشا والمنکر ۱۶/۶۹	ونہی عن المنکر ۷/۱۵
۱۸- سواغظ	یعظکم لعلکم تذکرون ۱۶/۶۹	قل انما اعظکم بہواحدہ ۳۳/۳
۱۹- غنی کرنا	ومانقموا الان اغنہم اللغور سولہ من فضلہ ۹/۷۳	
۲۰- طاقت کرنا		
۲۱- فضل کرنا	ولو انہم ضلوا ما اتہم اللغور سولہ وقالو حسبنا اللہ لیسو تینا اللہ من فضلہ ۹/۵۹	
۲۲- حکیم	ان اللعزیز حکیم ۴/۲۲	یعلمہم الکتب والحکمہ ۲/۱۱۴

حاکم کائنات کے بندے

حاکم کائنات کا راستہ

فرمان الہی ہے۔ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (۵/۳)

اے حبیب (ﷺ) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا

دین کس کا :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دین اسلام میرے محبوب جو کہ حاکم کائنات ہے اس کا دین ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہوا۔ (۱) قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي (۱۰۴/۱۰) فرمائیے اے لوگو۔ اگر میرے دین کی طرف سے کسی شبہ میں ہو۔

(۲) قُلِ اللَّهُ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي (۳۹/۱۳) فرمائیے اللہ کی ہی میں عبادت کرتا ہوں خالص کرتے ہوئے اس کے لئے اپنے دین کو۔

(۳) لَكُمْ دِينُكُمْ وَ لِلّٰهِ دِينِ (۱۰۹/۶) تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین

بندے کس کے :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ (۳۹/۵۳) تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

(۱) تشریح کی ضرورت :- قرآن میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے سولہ جگہوں پر ارشاد فرمایا۔ میرے بندے اور اس آیت میں ارشاد فرمایا۔ اے حبیب آپ کہیں اے میرے وہ بندو۔ اب عربی گرامر کا قاعدہ یہ ہے کہ ”قل“ کے بعد جو بات کہی جائے وہ کہنے والے سے منسوب اور منسلک ہوتی ہے۔ دوسری آیت کی مثل یہ ہے قُلْ إِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (۳۹/۳۱) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اتباع کرو۔ چنانچہ ما جمعونی کا مطلب ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرو اسی طرح کی مزید مثالیں بھی دی جاسکتی ہیں۔ سورۃ نور ۳۳/۲۴ میں (من عبادکم) نکاح کرنے کے ضمن میں آیت ہے۔

(۲) بندۂ رسول :- جو کہ رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرتے ہیں وہ رسول کے بندے ہیں اور جو اتباع نہیں کرتے وہ رسول کے بندے نہیں۔ قرآن میں سورۃ مجادلہ میں دو جگہ پر لفظ حزب الشیطان ۵۸/۱۹ آیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ شیطان کے گروہ اور شیطان کے گروہ میں منافقین ہیں جیسا کہ اس آیت کے حوالے سے ہے۔ چنانچہ بندے تو اللہ کے ہیں مگر پھر اپنے اعمال کی وجہ سے یہ رسول کے ہو گئے یا شیطان کے۔ اس لئے یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کو رسول ﷺ کے بندے قرار دیا۔

رستہ کس کا :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ (۱۲/۱۰۹ یوسف) فرمائیے یہ میرا رستہ ہے اور میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ ایک نقطہ کے گرد تین سو ساٹھ زاویے نکلتے ہیں جس میں صرف ایک سیدھا رستہ ہے باقی سب غلط ہیں۔ صرف ایک سیدھا رستہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے جس پر ابو بکرؓ چلے، عمرؓ چلے، غنیؓ چلے، حیدرؓ چلے، حسن حسینؓ چلے، حضرات امامین چلے، داتا گنج بخشؒ چلے، غوث اعظمؒ چلے۔

اللہ تک کون لے جاتا ہے :- اللہ تک صرف اور صرف محمد مصطفیٰ ﷺ لے جاتے ہیں آپ کے بغیر اللہ نہیں ملے گا۔ باقی سب گمراہی کے راستے ہیں۔

پیمانہ محبت

پیمانہ محبت :- قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ○ (۹/۲۴)

ترجمہ۔ تم فرماؤ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارے کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان۔ کیا یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

ایمان کی حد کیا ہے :- فرمان نبوی ہے لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وُلْدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا تا آنکہ میں اس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے پیارا ہو جاؤں۔ جب تک میں تم کو تمہاری ہر چیز والدین اولاد اور ہر پیاری چیز سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں اس وقت تک تمہارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر میں منافقین مدینہ اپنا ایمان گنوا بیٹھے کیونکہ انہوں نے محبت کرنے کی بجائے آپ کی ذات، صفات، کمالات، جملات، معجزات میں نکتہ چینی شروع کر دی تھی اور یہاں تو چونکہ معاملہ محبوب کا ہے جو کہ کائنات بھی ہے اس لئے محبت، ادب اور ایمان کی نگون کے اندر ہونا لازمی ہے۔ جو نہ ہو گا وہ باغی تصور کیا جائے گا اور باغی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

پیمانہ محبت کے اوزان :- اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی آیت ۲۴ میں انسان کی تمام مجبوریاں گنوا دیں مثلاً

(۱) تمام رشتے جو انسان کو پیارے ہوتے ہیں ماں باپ بیٹے بھائی بیوی اور قبیلے۔

- (۲) تمام مادی ضرورتیں جو زندگی میں ضروری ہوتی ہیں۔ مال و دولت، تجارت اور خوبصورت مکانات جنہیں بڑی محنت سے بنانا ہے۔ نئے نئے ڈیزائن کے ساتھ۔
- (۳) ان تمام کو مشروط کر دیا محبوب کی محبت کے ساتھ۔ یعنی کہ حاکم کائنات زیادہ محبوب ہونا چاہئے ان تمام دنیاوی چیزوں سے۔
- (۴) آگے اپنا فیصلہ بھی سنا دیا کہ آیا یہ میرے محبوب سے زیادہ تمہیں محبوب ہیں تو پھر
- (۵) پھر میرے عذاب کا انتظار کرو۔
- (۶) آخری بات یہ کر دی کہ میں فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا گویا کہ جو میرے محبوب سے زیادہ ان رشتوں اور چیزوں سے محبت کرے گا وہ ایمان کی دولت سے محروم ہو جائے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔

یانی۔ یا رسول

- D۱ یا ایہا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر ۵/۴۱
- D۲ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ۵/۶۷
- D۳ یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین ۸/۶۳
- D۴ یا ایہا النبی حررض المؤمنین علی القتال ۸/۶۵
- D۵ یا ایہا النبی قل لمن فی ایدیکم ۸/۷۰
- D۶ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنفقین ۹/۷۳
- D۷ یا ایہا النبی اتق اللہ ۲۴/۱
- D۸ یا ایہا النبی قل لازواجک ۲۴/۲۸
- D۹ یا ایہا النبی انا ارسلناک شہدا ۲۴/۳۵
- D۱۰ یا ایہا النبی انا احللتنا لک ۲۴/۵۰
- D۱۱ یا ایہا النبی قل لازواجک ۲۴/۵۹
- D۱۲ یا ایہا النبی ۲۶/۱

یا سے خطاب :- (۱)۔ اوپر والی آیات سے ظاہر ہوا کہ ”یا“ سے پکارنا اللہ تعالیٰ کی

سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ دو دفعہ کہا اور یا نبی تیرہ دفعہ کہا۔
 (ب)۔ یا محمد سے بلانے والی احادیث کی تعداد ۱۳ ہے جو کہ تقریباً ڈیڑھ سو کتابوں میں
 ملتی ہیں۔ جن احادیث کے درمیان یا آخر میں لفظ ”یا محمد“ آتا ہے ان کی تعداد بے شمار
 ہے۔

(ت)۔ ”یا“ کے طریقہ پر پکارنا شرک کیسے ہو سکتا ہے جبکہ یہ سنت الہی ہے۔
 (ث)۔ حشر کے میدان میں دوزخی اسی ”یا“ کے لفظ سے جنتی لوگوں کو مدد کے لئے
 پکاریں گے۔

- ۱۴- محبت :- احب اليكم من الله ورسوله ۹/۲۳
- ۱۵- عطا :- ما اتهم الله ورسوله
- ۱۶- فضل :- سيوتينا ^{الزمن} الله من فضله ورسوله ۹/۵۹
- ۱۷- راضى :- والله ورسوله احق ان يرضوه ۹/۶۳
- ۱۸- غنى :- اغنهم الله ورسوله من فضله ۹/۷۳
- ۱۹- ويكفنا :- فسيري الله عملكم ورسوله ۹/۶۳، ۹/۱۰۵
- ۲۰- عزت :- والله العزه ولرسوله ۲۳/۸
- ۲۱- دوستى :- انما وليكم الله ورسوله ۵۶-۵۵/۵
- ۲۲- وعده :- وعدنا الله ورسوله ۲۲-۳۳/۱۳
- ۲۳- بچ :- صدق الله ورسوله ۳۳/۶۳، ۲۸/۲۷
- ۲۴- فرماں بردار :- لله ورسوله ۳۳/۳۱
- ۲۵- حكم :- قضى الله ورسوله ۳۳/۳۶
- ۲۶- تقدم :- يدى الله ورسوله ۳۹/۱
- ۲۷- غنيمت :- لله وللرسول ۳۱-۸/۱، ۵۹/۷
- ۲۸- مدد :- ينصرون الله ورسوله ۵۹/۸
- ۲۹- رسول الله :- رسول من عند الله ۱۰۱/۲، ۶۳/۱، ۹۸/۲
- ۳۰- بلايا جاتا :- استجابوا لله والرسول ۷۲/۳، ۸/۲۳، ۲۳/۳۸، ۲۳/۵۱
- ۳۱- برات :- براه من الله ورسوله ۹/۱
- ۳۲- عهد :- عند الله وعند رسوله ۹/۷

- ۳۳- اذن :- اذن من الله ورسوله ۹/۳
- ۳۴- خیر خواہ :- نصحو لله ورسوله ۹/۹۱
- ۳۵- محرم راز :- من دون الله ورسوله ۹/۱۶
- ۳۶- ڈرنا :- ان یحیف الله علیہم ورسوله ۲۳/۵۰
- ۳۷- رجوع :- فردوه الی الله والرسول ۴/۵۹
- ۳۸- نازل :- انزل الله والی الرسول ۲/۶۱، ۵/۱۰۳
- ۳۹- بعثت :- بعث الله ورسولا ۲۵/۳۱

سورة بقرہ کی آخری آیات

مازلت

أَن أَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنِينَ كُلٌّ آمِنٌ بِاللَّهِ وَمَلْئِكِهِ وَكُتُبِهِ
وَرُسُلِهِ لَدَا نَفَرٍ بَيْنَهُمْ مِنْ رُسُلِهِ

قال (اللہ نے کہا) = فَمَا قَالُوا يَهُودِيُونَ أَوْ نَصْرَانِيُونَ نَبِيُّكُمْ قَالُوا كَمَا كُنَّا

قُلْتُ (میں نے کہا) = قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَالْمُؤْمِنُونَ قَالُوا سَمِعْنَا
وَأَطَعْنَا

فَقَالَ (اللہ نے کہا) = صَدَقْتُمْ وَسَلِّ نِعْمَةً

قُلْتُ (میں نے کہا) = رَبَّنَا لَا تَأْخُذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا

قَالَ (اللہ نے کہا) = قَدْ رَفَعْتُ عَنْكَ وَعَنْ أُمَّتِكَ الْخِطَاةَ الَّتِي نَسِيتَ وَمَا
اسْتَكْرَهُوا عَلَيْكَ

قُلْتُ (میں نے کہا) = رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِنَا (یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح)

قَالَ (اللہ نے کہا) = لَكَ ذَلِكَ أُمَّتِكَ (اے محبوب میں نے آپ کی امت کے لئے
یہ بات مان لی)

قُلْتُ (میں نے کہا) = رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ

قَالَ (اللہ نے کہا) = قَدْ فَعَلْتُ

قُلْتُ (میں نے کہا) = وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا إِنَّتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى
الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

قَالَ (اللہ نے کہا) = فَعَلْتُ (تفسیر کبیر اور تفسیر روح البیان کا مطالعہ کرو)

محمد مصطفیٰ کے بغیر اللہ نہیں ملے گا:- اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اللہ تعالیٰ سے بغیر
واسطہ بات چیت کی۔ جبریل علیہ السلام کو بھی اگلی صبح پتہ چلا ہو گا۔ محب اور حبیب
کے درمیان جو بات چیت ہوئی وہ محب نے صرف محبوب کے الفاظ بنا دیئے۔ پھر
حدیث بنا دی۔ پھر نماز بنا دی۔ عقل کیا کہتی ہے۔ اللہ تو صرف محمد مصطفیٰ سے ہی ملتا
ہے۔ محمد ﷺ کے بغیر اللہ نہیں ملتا۔

پیغمبر ﷺ جو کہ وہی شریعت ہے

کیوں؟: پیغمبر جو کہ وہی شرع ہے۔ کیوں؟:- اس لئے کہ آپ ﷺ تو اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ آپ ﷺ تو وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ)

۱۔ آپ ﷺ نے جو فرمایا وہی قرآن بن گیا۔ وہی حدیث بن گیا۔ (إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو حکم دیا کہ نبی جو دے دے لے لو۔ جس سے منع کرے باز رہو۔ (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا)

۳۔ قرآن اللہ تعالیٰ اور آقا ﷺ کے درمیان بات چیت ہے۔ سورۃ بقرہ کی آخری ۲ آیات امن الرسول سے لے کر کفرین تک۔

۴۔ شب معراج جو گفتگو محب اور حبیب کے درمیان ہوئی۔ اس کا جبریل علیہ السلام کو بھی پتہ نہ تھا کیونکہ وہ تیسرے نہ تھے۔ جیسے یہی دو آیات سورۃ بقرہ کی۔

۵۔ قرآن میں کونسی سورۃ میں (ثنا) سبحنک اللہم وبحمدک..... ہے؟

۶۔ قرآن میں کونسی سورۃ میں التحیات ہے؟

۷۔ قرآن میں کونسی سورۃ میں درود ابراہیمی ہے؟

۸۔ نماز جو کہ افضل ترین عبادت ہے۔ اس میں ثنا، التحیات اور درود ابراہیمی پڑھا جاتا ہے۔ پھر یہ منافق لوگ کیوں پڑھتے ہیں؟ کیونکہ قرآن میں تو نہیں ہے۔ کیا کوئی منافق اس کا جواب دے سکتا ہے؟

۹۔ شریعت میں نماز ایک واحد عبادت ہے جس کی کوئی معافی نہیں۔ اس لئے اس کی فضیلت ظاہر ہے۔ روز قیامت سب سے پہلے حساب کتاب میں پہلی پوچھ گچھ نماز کے متعلق ہو گی۔ بے نمازی نے دوزخ میں جا کر یہ وجہ بتائی ہے (لَمْ نُكْرِمَنَّ

الْمُصَلِّينَ)

۱۰۔ نماز میں ثنا، التحیات، درود ابراہیمی اس لئے پڑھتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے جو فرمایا وہی شریعت ہے۔

رسول اللہ (ﷺ) کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ

ہمارے آقا ﷺ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لولاکی لما اظہرہ الربوبیہ (اے حبیب اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ فرماتا) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی صفات 'رؤف' رحیم اور رحمت سے متصف فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ جب بولتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ تو اپنی خواہش سے بولتے نہیں (وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی) آپ ﷺ کے لب مبارک اللہ تعالیٰ کے لب ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

ا۔ جنگ بدر :- فرمان الہی۔ وما رمیت اذ رمیت ولكن اللہ رمی (الانفال) ترجمہ۔ اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی۔ تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ بدر کے روز لڑائی کے دوران آپ ﷺ نے زمین سے ایک مٹی بھر ریت لی اور کفار مکہ کی طرف پھینکی جس نے ایک شدید آندھی کی صورت اختیار کر لی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہ آندھی کفار کے خیموں کے لئے بریلوی کا باعث ہوئی اور ہر کافر چاہے وہ میدان جنگ کی طرف پیٹھ کر کے ہی کھڑا تھا اس کی آنکھوں میں بھی ریت پڑی۔۔۔۔۔ یہ ہے سزا اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی مخالفت کرنے کی۔

ب۔ بیعت رضوان :- حدیبیہ کے مقام پر جب کفار مکہ نے آقا ﷺ کو عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تو بدر رخت کے نیچے بیعت ہوئی۔ وجہ یہ تھی آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس بھیجا کہ انہیں بتادیں کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں ہے۔ صرف عمرہ ادا کرنا ہے۔ قریش نے کہا کہ اس سل تو تشریف نہ لائیں اور حضرت عثمان کو طواف کعبہ کی پیش کش کی انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں حضور ﷺ کے بغیر طواف نہیں کروں گا۔ ادھر مسلمانوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ خوش نصیب ہیں انہیں طواف کرنے کا موقع مل گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا میں جانتا ہوں۔ عثمان ہمارے بغیر طواف نہ کریں گے۔ پھر جب قریش نے حضرت عثمان کو روک لیا یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔ اس پر مسلمانوں کو

بہت جوش آیا اور رسول کریم ﷺ نے صحابہ سے کفار کے مقابل جہاد میں ثابت رہنے پر بیعت لی۔ حضور نے اپنا بلیاں دست مبارک داہنے دست اقدس میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے اور فرمایا یا رب عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کلم میں ہیں۔ (معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ عثمان شہید نہیں ہوئے جیسی تو ان کی بیعت لی)۔ ابھی بیعت ہو رہی تھی کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور یہ آیہ نازل ہوئی ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیہم (وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے)۔ گویا کہ آپ ﷺ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ بن گیا۔

نکتہ :- یہ ساری صورت حال (Situation) اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کی کہ بیعت ہو اور اپنے محبوب ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ کہے۔ معترض اپنی خباثت کی وجہ سے اس واقعے کو آپ ﷺ کے خلاف علم کی نفی کے لئے پیش کرتا ہے۔ اگر برائے بحث یہ بات دیکھیں تو کیا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو بھی علم نہ تھا کیونکہ وہ بھی اپنا ہاتھ بیعت کے لئے رکھ رہا ہے۔ سمجھ نہیں آئے گی تمہیں بصیرت کے بغیر اور بصیرت تو صرف در مصطفیٰ ﷺ سے ملتی ہے۔

پھر کیوں پڑھتے ہو؟ جواب دو

سوال یہ ہے کہ ثنا، التحیات، درود ابراہیمی تو قرآن کی کسی سورۃ میں نہیں تو پھر کس اتھارٹی یا کس بنا پر پڑھتے ہو۔ اس کا جواب کیا ہے؟

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے لب مبارک سے یہ الفاظ نکلے :- قرآن میں نہیں تو کیا ہوا۔ جب اس کائنات کے حاکم، رحمتہ للعالمین رؤف الرحیم کے لب مبارک سے یہ کلمات نکلے تو نماز بن گئے۔ قرآن بن گئے۔ حدیث بن گئے۔ آپ ﷺ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے آپ ﷺ کی آنکھیں اللہ کی آنکھیں ہیں۔ آپ ﷺ کے کان اللہ کے کان ہیں۔ آپ ﷺ کے پاؤں اللہ کے پاؤں ہیں اور آپ ﷺ کے لب مبارک اللہ کے لب مبارک ہیں۔ اس لئے جو الفاظ نکلے وہ شریعت ہے۔ وہ نماز ہے۔ وہ حدیث ہے۔ وہ قرآن ہے۔

اور رسول کی بات چیت قرآن ہے :- قرآن حکیم کی آیات پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ اللہ اپنے محبوب ﷺ سے محو گفتگو ہے۔ کبھی کتا ہے دیکھ (انظر) کبھی کتا ہے (قل) یہ کہہ دو کبھی کتا ہے (الم تر) کیا تو نے یہ دیکھا۔ کبھی کتا ہے (وربک) تیرے رب کی قسم کبھی کتا ہے۔ تو میری قسم کھالے (قل بلی وربی)۔ پھر محبوب کبھی کتا ہے یا رب۔ غرضیکہ اس کو سمجھنے کے لئے بصیرت چاہئے جو صرف اور صرف در مصطفیٰ ﷺ سے ملتی ہے۔

جبریل کہاں تھا؟ :- شب معراج جبریل علیہ السلام نے تو یہ کہا تھا کہ اگر میں اس مقام سے آگے ایک پور بھی جاؤں تو نور سے جل جاؤں گا۔ اور پھر محب کے لئے اگلا راستہ نامعلوم نہ تھا کیونکہ آپ ہی منزل آپ ہی مسافر۔ یہیں کہیں کا باشندہ تھا۔ آقا ﷺ فرماتے ہیں۔ (فَإِنِّي خَبِرْتُ الْمِعْرَاجَ فَرَبَّنِي اللَّهُ وَأَذْنَابِي إِلَى سُنْدِسِ الْعَرْشِ ثُمَّ الْهَمِّيَ اللَّهُ أَنْ قُلْتُ)۔ معراج کی رات میرے اللہ نے مجھے اپنے قریب کیا یہاں تک کہ میں عرش کے پائے تک پہنچا تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے القا ہوا کہ میں کہوں۔

منافقت کیا ہے

تعارف :- اس کا مادہ نُفَقْتُہ ہے کِنْفَاءً بھی ہے۔ گوہ کا بھٹ جس کے دو منہ ہوتے ہیں ایک دہانے سے گوہ داخل ہوتی ہے اور شکاری اس سوراخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دوسرے سوراخ سے باہر نکل جاتی ہے۔ منافقت اور نفاق اصطلاح قرآنی میں اسی دو رخ کی نام ہے بظاہر آدمی زبان سے مومن ہونے کا اقرار کرتا ہے اور دکھاوٹ کی نمازیں بھی پڑھتا ہے لیکن دل میں کافر رہتا ہے۔ ایسے آدمی کو 'عرفِ شریعت' میں منافق کہا جاتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عقیدہ مومنانہ ہو اور عمل کافرانہ تو ایسے آدمی کو فاسق کہا جاتا ہے۔ نفقہ کے لغوی معنی خرچ ہو جانے یا ختم ہو جانے کے ہیں اسی لئے منافق کا ایمان ختم ہو جاتا ہے اور منافق کہلاتا ہے قرآن حکیم میں منافق کا لفظ ۳۸ دفعہ مختلف آیات میں آیا ہے۔ ایک سورۃ کھلم المنفقون ہے اس کے علاوہ سورۃ توبہ میں ان کا بڑی تفصیل سے ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلے صادر کر دیئے ہیں انگریزی میں منافقت کو Hypocrisy اور منافق کو Hypocrite یا Deceiver کہتے ہیں یہ ایک بیماری ہے جس کا ذکر آگے تفصیل سے آئے گا۔ اسی قسم کے اور دوسرے لوگ بھی ہیں جن کی منزل جہنم ہے۔ ان کے متعلق تھوڑا سا تعارف ضروری ہے۔ گمراہ یعنی "الضالین" کا لفظ قرآن میں ۱۹۱ دفعہ آیا ہے اور اس کا مادہ ضل ہے جو دس گیارہ معانی میں استعمال ہوا ہے۔ پھر قرآن میں کافروں کا ذکر لفظ کفر کے ساتھ ہوا یہ ۵۳۵ دفعہ آیا۔ پھر فاسقوں کا ذکر (مادہ فسق) ۵۳ دفعہ آیا اور پھر ظالموں کا ذکر (مادہ ظلم) ۲۸۹ دفعہ ہوا۔ جیسا کہ قرآن نے کہا اِنَّ الْمُنْفِقُوْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۹/۶۷) وَالْكَافِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۲/۲۵۳) وَمَا يُضِلُّ بِهٖ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ (۲/۲۶) وَمَا يَكْفُرُ بِهٖا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ (۲/۹۹) تو معلوم ہوا کہ منافق، فاسق، کافر اور ظالم ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے ہیں۔

منافق کافر سے بھی بدتر :- (۱) کافر تو کھلے طور پر انکار کرتا ہے کسی شک و شبہ میں نہ خود رہتا ہے اور نہ دوسروں کو رکھتا ہے۔ کفار مکہ چونکہ منکر تھے آقا ﷺ کی

رسالت کے۔ اسی لئے صاف طور پر کہتے تھے ”سنت مرسلہ“ چلو بات تو صاف ہو گئی بلکہ مقابلہ کے لئے کئی معرکوں میں حملہ آور ہوئے۔ مختصر یہ کہ ان میں دو رخی نہ تھی ایک ہی رخ تھا انکار کا۔ چنانچہ وہ کافر ہو کر مرے اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ دوزخ کے ساتھ طبقوں میں سے نیچے سے دوسرا طبقہ ہے اس میں وہ ڈالے جائیں گے۔

(۲) منافق چونکہ دو رخی اختیار کرتا ہے اور دھوکہ دیتا ہے۔ اس لئے ناقابل بھروسہ ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں جن منافقین کا ذکر ہے وہ مدینہ منورہ میں عبد اللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ہزاروں ساتھیوں کا ہے۔ جو بظاہر زبان سے کلمہ پڑھ کر اسلام لے آئے تھے مگر دل سے تصدیق نہ کرتے تھے۔ ان کے دلوں میں کفر ہی کفر تھا۔ زبان سے کلمہ پڑھنا بس ان کی ایک مجبوری تھی۔ انہوں نے کفار کے ساتھ روابط رکھے اور مسلمانوں میں بھی چونکہ بیٹھتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے اور اس وجہ سے مسلمانوں کے منصوبوں سے آگاہ رہتے تھے۔ پھر دشمنان اسلام کو ان تمام باتوں سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ جنگوں کے مواقع پر انہوں نے مسلمانوں کو دھوکے دیئے جنگ احد میں راستہ ہی سے عبد اللہ بن ابی ابن سلول اپنے تین صد آدمی واپس لے گیا۔ اندازہ کریں باقی ماندہ فوج کے حوصلہ پر کیا اثر پڑا ہو گا۔ اسے دھوکہ کہتے ہیں۔

منافق کی منزل :- اللہ تعالیٰ نے اسی دو رخی کی بنا پر جو کہ منافق اپنا کراہل اسلام کو نقصان پہنچاتا ہے منافق کے لئے جہنم میں سب سے بدترین طبقہ (ساتواں) رکھا ہے یہ کفار و مشرکین کے چھٹے طبقے سے بھی بدتر ہے۔ یہ اس کردار کی سزا ہے جو منافق ادا کرتا ہے۔ اور عقلی دلیل بھی یہی ہے کہ منافق کو کڑی ترین سزا دی جائے کیونکہ وہ اعمام کو ٹھیس پہنچا کر عظیم ترین نقصان پہنچاتا ہے۔ **إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي النَّارِ** (۴/۱۳۵)

منافقین کے ذکر کی ضرورت کیوں ضروری ہے :- منافقین کے ذکر کی ضرورت ہے بلکہ اچھی تفصیل کے ساتھ منافقین کا پردہ چاک کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں اور تھے جنہوں نے کلمہ طیبہ پڑھا مگر ایمان نہ لائے (دل سے) اور آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس، کلمات، جملات، جلالات، صفات و معجزات میں نکتہ چینی کر کے

انہوں نے لوگوں کو گمراہ کیا اور اپنی منزل کو جہنم بنا لیا۔ منافقین مدینہ کا ذکر تو قرآن پاک میں بہت تفصیل کے ساتھ ہے موجودہ بے دینی اور بد عقیدگی کے دور میں لوگوں کے گروہ لباس خضر میں موجود ہیں اور سلوہ لوح لوگوں کے ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ ان کی دشمنی رسول بہت عیاں ہے۔ یہ لوگ اللہ کے گستاخ، قرآن کے باغی اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں حدوں کو پار کر گئے ہیں ان کی تقاریر اور تحریروں کو پڑھ کر ایسے لگتا ہے کہ یہ بھٹی تو بھنگ پی پی کر یہ کتابیں لکھتے رہے ہیں کیونکہ ایسی تحریروں کو پڑھ کر یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ فاتر العقل قسم کے لوگ ہیں۔

منافق کی پہچان :- اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کی پہچان دو طرح سے بتائی ہے۔

فَلَعَنَ فَتَاهُمْ بِسَبِّهِمْ وَلَعَنَ فَنَاهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ (۳۰/۳۷ ممر)

ا۔ منافقین چروں سے پہچانے جاتے ہیں کیونکہ ان کے چروں پر لعنت پڑی نظر آتی ہے۔

ب۔ منافقین کا بات کرنے کا انداز نہایت گستاخانہ بلکہ کافرانہ ہوتا ہے۔
ان کی نشانیاں یہ ہیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کا ٹھٹھا اڑاتا ہے یعنی کہ ذات اقدس، کمالات، جملات، صفات و معجزات میں خوب نکتہ چینی کرتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا بھی بے ادب ہوتا ہے۔

(۳) جملہ سے بھاگتا ہے۔

(۴) دو رخئی اپنائے ہوتا ہے اوپر سے لباس خضر میں ہو گا اور اندر سے ایمان کا ڈاکو ہو گا۔

(۵) نماز اس پر بھاری ہوتی ہے۔

(۶) جھوٹ عموماً بولتا ہے۔ لیکن یہ سمجھتا ہے کہ جھوٹ نہیں بول رہا۔

(۷) وعدہ خلافی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے منافق کو خبیث کہا :- قرآن حکیم میں فرمان الہی ہے۔

لِيَمَيِّزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ
فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ لَوْلَا كَفَّ اللَّهُ عَنْكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ (۸/۳۷ الانفال)

ترجمہ۔ اس لئے کہ اللہ گندے کو ستھرے سے جدا کر دے اور خبیثوں کو تلے اوپر رکھ کر سب ایک ڈھیر بنا کر جہنم میں ڈال دے۔ وہی نقصان پانے والے ہیں۔

(۱) مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمَيِّرَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (۳/۱۷۹ ال عمران)

ترجمہ۔ اللہ مسلمانوں کو اس حال پہ چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے۔

اللہ تعالیٰ نے منافق کو ”رجس“ پلید کہا :- اللہ تعالیٰ نے منافقین کا سورہ توبہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان کے خلاف اپنے فیصلے صادر فرمادیئے ہیں۔

فَرَمَا يَا وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَرَّادَتْهُمْ رِجْسًا الٰهِيًّا رِجْسِهِمْ (۹/۱۲۵)
اور جن کے دلوں میں بیماری ہے (نفاق کی) انہیں اور پلیدی پر پلیدی بڑھائی اس کے ساتھ ساتھ مشرکین کو ”نجس“ کہا۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ (مشرک نرے تپاک ہیں) ”رجس“ اور ”نجس“ یہ تپاکی پلیدی اور گندگی کے نام ہیں۔ چونکہ کافر اور منافق کی منزل جہنم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو نجس اور رجس جیسے القابات سے نوازا۔

منافق برائی کا حکم دیتا ہے :- فرمان الٰہی ہے۔ الْمُنٰفِقُونَ وَالْمُنٰفِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يٰۤاٰمُرُوْنَ بِالْمُنٰكِرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوْا اللّٰهَ فَنَسِيْبُهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۱/۶۷ توبہ)

ترجمہ۔ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں اور اپنی مٹھی بند رکھیں۔ وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے۔ اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔

اس آیت میں خاص بات یہ ہے کہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں۔ آج کل کے بد عقیدگی کے دور میں انہیں پہچاننا مشکل نہیں۔ درود شریف پڑھنے سے روکیں گے۔ عید میلاد النبی منانے سے روکیں گے بلکہ بڑی بڑی خرافات بکتے

ہیں۔ قرآن کی آیات کو جھٹلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو آیات اپنے محبوب ﷺ کی شان میں کہیں۔ ان میں اپنی رائے سے غلط معنی نکالیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ :- وَعَدَّ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعْنَةُ اللَّهِ وَاللَّهُمَّ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ○ (۹/۶۸ توبہ)

ترجمہ۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو۔ کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ انہیں بس ہے۔ اور اللہ کی ان پر لعنت ہے اور ان کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ منافقین کا انجام بھی کفار کے ساتھ ہی ہے۔

منافقین پر لعنت :- اللہ تعالیٰ نے عذاب کے قائم رہنے کے ساتھ ساتھ منافقین پر اپنی لعنت فرمائی ہے۔ چونکہ یہ شیطان کے بندے ہیں (عبدالطاغوت) اور شیطان لعنتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی لعنت فرمائی ہے۔ یہ فیصلہ ہے اللہ تعالیٰ

کا۔۔۔۔

مناقضین کو دل کا کینسر (Cancer)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی تو دل کو اس کا مرکز بنایا۔ روح و جسم کے ملاپ کی علامت دل ہے۔ ہر بات کا اختتام دل پر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں دل کی بیماریوں کا ذکر ہے اور بہت سی ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

(۱) دلوں میں شک۔ **فَإِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتِنَا فَاعْلَمُوا** اس میں جو ہم نے اتارا۔ (۱۰/۹۳)

(۲) دلوں میں مرض۔ **أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ** کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ (۵۰/۲۳)

(۳) دلوں پر مہر۔ **طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِم** اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی۔ (۹۳/۹)

(۴) دلوں کو پلٹ دیا۔ **صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ** اللہ نے ان کے دل پلٹ دیئے۔ (۱۳۷/۹)

(۵) دل بے نور۔ **مَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ** جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ (۲۴/۳۰)

(۶) دلوں پر غلاف۔ **إِنَّا جَعَلْنَا فِي قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً** ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے۔ (۱۸/۵۷)

(۷) دل اندھے۔ **فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبَ الَّتِي فِي الصُّدُورِ** آنکھوں کا اندھا ہونا نہیں لیکن دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (۲۲/۳۶)

(۸) دل ٹیڑھے۔ **فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ** وہ جن کے دل ٹیڑھے ہیں۔ (۷۷/۳)

(۹) دل مردہ۔ **فَإِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَى** اس لئے کہ تم مردہ دلوں کو نہیں سنا تے۔ (۳۰/۵۲)

(۱۰) دل بہرے۔ **وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ** اور نہ بہروں (دلوں) کو پکارنا۔ (۳۰/۵۲)

(۱۱) دل ناسمجھ۔ لَهِمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا ان کے دل ہیں جو سمجھتے نہیں۔
(۷/۱۷۹)

(۱۲) دل پتھر۔ ثُمَّ فَسَّتْ قُلُوبِكُمْ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ (۷۴/۷۴)

دل کے مریض کیا کرتے ہیں :- اللہ تعالیٰ نے ان گنت بیماریاں بتائیں۔ اب ان بیماریوں کا اثر جو ہوا وہ یہ ہے۔

(۱) اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفُوْنَ عَلَيْنَا (۴۱/۴۰) وہ جو ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں ہم سے چھپے نہیں۔

(۲) وَمَا يَجْحَدُ بِآيٰتِنَا اِلَّا الْكٰفِرِيْنَ (۲۹/۴۷) ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر کافر

(۳) مَا يُجَادِلُ فِيْ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۴/۴۰) اللہ کی آیات میں نہیں جھگڑا کرتے مگر کافر

(۴) وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْ اٰيٰتِنَا مُعْجِزِيْنَ (۳۴/۵) وہ جو ہماری آیتوں کو ہرانے کی کوشش کرتے ہیں

منافقین نے قرآن کو ٹکے بوٹی کیا :- اللہ تعالیٰ نے منافقین کی دل کی بیماریوں کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ کیا۔ پھر دل کے کینسر کی وجہ سے ان کی کارکردگی بتائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں۔ ٹیڑھے چلتے ہیں۔ انکار کرتے ہیں اور اللہ کی آیات کو عاجز کرنے (ہرانے) کی کوشش کرتے ہیں گویا کہ ان منافقین نے قرآن کو ٹکے بوٹے کر دیا ہے۔ فرمان الہی ہے۔

الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِيْنًا ۝ فُوْرَبِكْ لِنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (۱۵/۹۱-۹۲)

ترجمہ۔ جنہوں نے قرآن کو ٹکے بوٹی کیا۔ تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سے پوچھیں گے۔ جو کہہ رہے تھے آج کل کے بد عقیدگی کے دور میں کلمہ گو منافقین قرآن کی آیات میں آقا ﷺ کی شان کا انکار کرتے ہیں۔ اگر اللہ نے کہا وما هو علی

الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (۸۱/۲۳) اور یہ نبی (محمد ﷺ) غیب بتانے میں بخیل نہیں تو یہ منافقین اس میں ٹیڑھے چلتے ہیں اور جن آیات کا تعلق نہیں وہ لا کر جھگڑتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کہا بلکہ اپنی قسم کھائی کہ ہم ان (منافقین) کو ضرور پوچھیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے قرآن کا یہ حشر کرنے والوں سے پوچھنا اور پھر جو ان کا حشر کرے گا وہ سب کو معلوم ہے اور وہ ہے دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ان کا ٹھکانہ۔

ﷺ اپنی قمیص عطا کریں۔ مسلمانوں نے آقا ﷺ سے کہا کہ یہ بد بخت ساری زندگی اسلام اور آپ کی مخالفت میں گزارتا رہا اس لئے آپ نہ ہی نماز جنازہ پڑھیں اور نہ ہی قمیص دیں۔ آپ ﷺ تو رحمۃ للعالمین ہیں چنانچہ آپ نے اپنی قمیص دے دی۔ پھر جبرئیل علیہ حاضر ہوئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا نُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا نَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ (۹/۸۴) اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز (جنازہ) نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ قیامت تک تمام منافقین کے لئے ہے۔۔۔ آج کل کے دور کے منافقین کو قرآن کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ یہ تمام آیات ان کے لئے ہیں۔۔۔ ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں تحریر اور تقریری گستاخیاں کرتا ہے۔ وہ کفر کے کلمے بکتا ہے۔ ایسے کافر کی نماز جنازہ ہوتی ہی نہیں۔ اگر پڑھو گے تو اللہ کے غضب کو دعوت دو گے۔

منافقین کلمہ کفر (گستاخی رسول) کی وجہ سے منافق کہلائے :- جیسا کہ ذکر ہوا سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے جو فیصلے دیئے وہ سب کے سب رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخانہ باتوں کی وجہ سے ان کا ایمان اور اسلام ختم ہو گیا۔ بظاہر انہوں نے کلمہ پڑھا ہوا تھا اور خود کو تو وہ مسلمان کہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دو رخوں کی وجہ سے کفار سے علیحدہ رکھ کر منافق کا لقب دیا۔ منافق چونکہ کافر سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہے اس لئے یہ ایک فتنہ ہے اور اسی وجہ سے جتنے بھی گستاخان رسول تھے وہ واجب القتل ہیں تاکہ فتنے کا ادھر ہی قلع قمع ہو جائے۔۔۔

قرآن حکیم تو رسول اللہ ﷺ کی شان میں قصیدہ ہے اور یہ کائنات آپ ﷺ کی طفیل بنائی گئی۔ چنانچہ اہل بصیرت سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس کائنات کی جان ہیں اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات ہی نہ ہوتی۔۔۔ جب یہ حقیقت ہو تو پھر آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حشر جنم کی بدترین وادی ہے۔ چنانچہ ان کے اس تشخص کی وجہ سے یہ منافق کہلائے۔

منافقین ہدایت کی طرف کبھی نہ آئیں گے :- منافقین اپنے باطن کی خباثت کی وجہ سے دو رخ کا کردار کرتے ہیں۔ یہ دو رخ انہیں شیطان کے چنگل میں پھنسا دیتی

ہے اور وہ "عبدالطاہوت" بن جاتے ہیں۔ جب یہ شیطان ان کو اپنا بندہ بنا لیتا ہے تو پھر واپسی مشکل ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے فرمان الہی ہے **وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهَدَىٰ فَلَنْ يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا** (۱۸/۵۷) اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی ہرگز کبھی راہ نہ پائیں گے۔

اسی وجہ سے موجودہ دور کے "علماء سو" جن کا مشن ہی رسول اللہ کی شان میں گستاخیاں کرنا ہے تحریری اور تقریری طور پر۔ ان کے آگے سینکڑوں قرآن و حدیث کے دلائل دیں۔ وہ نہیں مانتے۔ یہ منافقین کی بد بختی ہے۔

منافق حاجت روائی کے لئے قیامت کے دن مومنوں کو پکارے گا

قیامت کے روز جب مومنوں کے داہنے اور آگے سے نور نکلے گا۔ تو منافقین جو اس سے محروم ہوں گے اور حیران بھی ہوں گے تو پھر مومنوں کو پکاریں گے قرآن کتا ہے۔ **يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُوا نَارًا نَقُتِبَسَ مِنْ نَّوْرِ كُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ** (۵۷/۱۳) ترجمہ۔ جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈو۔ وہ لوٹیں گے۔ جیسی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب۔

۱۔ پکار، وسیلہ اور نور :- منافق ان تینوں چیزوں کا دنیا میں منکر ہے۔ لیکن جب اپنی جان پر پڑے گی تو پھر ان کا اقرار کرے گا۔ مگر اب کچھ کلام نہ آئے گا۔

ب۔ :- اس دنیا میں سادہ لوح لوگوں کو اپنے بٹے اور اپنے وعظ سے دھوکہ دیتا رہا۔ وہاں اسے دھوکہ دینے کے لئے کہا جائے گا ”پیچھے لوٹو“۔

منافق دوزخ سے پکارے گا کہ اے جنتیو :- منافق کی سزا کی حد کا کوئی پتہ نہیں یہ اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔ قیامت کے روز جو رسوائی ہوگی وہ بھی قرآن میں بیان ہے۔ جب یہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا۔ کہیں گے کیوں نہیں بیشک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے جھٹلایا اس کے بعد کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے (سورہ الملک ۸۱-۸۲/۶۷)۔ دوزخ کی گرمی سے پیاس اور بھوک تو لگے ہی گی اور وہاں موت تو ہے ہی نہیں۔ چنانچہ اب یہ پکاریں

گے۔ وَنَادَىٰ اصْحَابَ النَّارِ اصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيضُو عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ لَوْ مِثْرًا
رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهَا عَلٰى الْكٰفِرِيْنَ ۝ اور دوزخی بھشتیوں کو پکاریں
گے کہ ہمیں اپنے پانی کا کچھ فیض دو یا اس کھانے کا جو اللہ نے تمہیں دیا۔ جنتی کہیں
گے بیشک اللہ نے دونوں چیزوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔

(۱) جنت کا رزق اور پانی جہنمیوں پر حرام ہے۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔
(۲) دوزخی کی ندا (پکار) اس دنیا میں تو ”پکارنے“ کو شرک کہتا ہے۔

کم علم جاہل صاحب۔ ابھی وقت ہے :- وسیلہ ’نور‘ پکارنا وغیرہ کے متعلق جو تم
نے شرک کے فتوؤں کے دفتر کھولے ہوئے ہیں۔ لکن سے باز آجاؤ۔ اب بھی وقت
ہے۔ توبہ کر لو ورنہ یہ سب تم نے قیامت کے دن اور اس کے بعد ان کا اقرار کرنا
ہے۔

نجد سے شیطان گروہ :- وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ غَلِظَ الْقُلُوبُ وَالْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ وَالْاَيْمَانُ فِي اَهْلِ الْحِجَازِ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ ۝ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا
فِي شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي بَعْنِنَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِي نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰهُمَّ
بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي بَعْنِنَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِي نَجْدِنَا
فَاَظَنُّهُ قَالَ فِي ثَلَاثَةِ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِئْنَ وَبِهَا يَطْلِعُ قَرْنُ الشَّيْطٰنِ (بخاری)

ملکوۃ ج ۸ ص ۵۷۹

روایت ہے حضرت جابر فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دلوں کی سختی
اور ظلم مشرق میں ہے۔ اور ایمان حجاز والوں میں ہے (مسلم) روایت ہے حضرت ابن
عمر فرماتے ہیں فرمایا نبی ﷺ نے الہی ہمارے شام میں برکت دے۔ الہی ہمارے یمن
میں برکت دے۔ لوگو نے عرض کیا یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں۔ فرمایا الہی ہم کو
ہمارے شام میں برکت دے۔ الہی ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے۔ لوگوں نے
عرض کیا یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں مجھے خیال ہے تیسری بار فرمایا کہ وہاں
زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان گروہ نکلے گا۔

إِنِّي أَخْشَى عَلَيْهِمْ أَهْلَ نَجْدٍ :- فرمان رسول اللہ ﷺ۔ مجھے اپنے آدمیوں کے متعلق اہل نجد سے ڈر معلوم ہوتا ہے یہ صفر ۳ھ میں بئر معونہ کی اس جماعت کے متعلق جو اہل نجد میں بھیجی گئی مختصر واقعہ یوں ہے کہ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر ملاعب الاسنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ وہ اسلام تو نہ لایا مگر اسلام سے بچنے کا بھی اظہار نہ کیا۔ اس نے کہا یا محمد اگر آپ اپنے رفقاء میں سے کچھ لوگوں کو اہل نجد میں بھیج دیں اور وہ وہاں آپ کا پیغام پہنچا کر انہیں اسلام کی دعوت دیں تو مجھے امید ہے کہ اہل نجد آپ کے پیغام پر ضرور لبیک کہیں گے اور پھر آپ ﷺ نے یہ کہا اس پر ابو براء نے کہا میں ان کا ہمسایہ رہوں گا۔ مگر بعد کے واقعات میں عامر بن طفیل کے فریب سے یہ جماعت شہید کر دی گئی۔ ان میں عامر بن فیرہ بھی تھے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے ان کا جسد نہ ملا تھا۔ تو ”صاحب کلی غیب“ نے مدینہ منورہ میں بتا دیا کہ ان کو ملا نیک نے اٹھا لیا ہے۔ چنانچہ یہ اہل نجد میں جن کے متعلق آپ ﷺ نے اپنے خدشے کا اظہار فرمایا کہ وہ دھوکہ باز ہیں اور یاد رکھو مومن دھوکہ باز نہیں ہوتا۔ تو اہل نجد کون ہیں یہ جاننے کے لئے بہت معمولی سی عقل دوڑانے کی ضرورت ہے۔

(تفسیر ابن ہشام)

گمراہ کرنے والے پیشوا (مولوی) :- وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأَنْعَمَةَ الْمُضِلِّينَ روايت ہے حضرت ثوبان سے۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ سے۔ کہ میں اپنی امت پر گمراہ گر پیشواؤں کا خوف کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ ج ۷ ص ۲۰۳)

اس سے اوپر بیان ہوا۔ اہل نجد سے خوف کرتا ہوں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو صاب کلی علم غیب نے چودہ صدیاں پہلے بیان فرما دیں۔ یہ گمراہ کرنے والے مولوی یقیناً شیطان کے گروہ سے ہوں گے یہ ایک عقلی دلیل ہے۔ اور قرآن حکیم میں بھی واضح طور پر فرمان ہے حزب الشیطن۔ اور جو اس گروہ میں شامل ہیں انہیں قرآن نے عبد الطاغوت بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کا یہ مطلب ہوا کہ گمراہ گر پیشوا عبد الطاغوت

ہیں اور اس لئے نتیجہ یہ نکلا کہ غلط تعلیمات کو پھیلانے والے ہی گمراہ گر پیشوا ہیں چاہے یہ دنیا کے کسی حصے میں ہی ہوں۔ ان کی تعلیمات پر عمل نہیں کرنا چاہئے کیونکہ پھر گمراہی مقدر بن جاتی ہے اور سیدھی جہنم میں لے جاتی ہے۔ ایسے مولویوں سے بچو جن کا کام یہ ہے کہ بحدی تعلیمات پھیلائیں۔ ان کے جتنے دیکھ کر تعجب میں نہ پڑو کیونکہ یہ سب لباس خضر میں رہن ہیں۔ انہوں نے بڑے بڑے خود ساختہ القابات لگائے ہوئے ہیں اور اندر سے بدبو آتی ہے۔ جس کتاب کے رد میں کتاب لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کا مصنف ایک گمراہ گر پیشوا ہونے کی بدترین مثال ہے۔

دلوں پر فتنے :- (۱) (مشکوٰۃ ج ۷ فتنوں کا باب) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دلوں پر فتنے پیش آئیں گے جیسے چٹائی کا ایک ریگ جو دل فتنے پلا دیا گیا اس میں سیاہ دھبہ پیدا کر دیں گے اور جو دل انہیں برا سمجھے اس میں سفید داغ پیدا ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ لوگ دو قسم کے دلوں پر ہو جائیں گے۔ آج کل بھی لوگ دو قسم کے دلوں پر ہیں۔ ایک عشاق رسول ﷺ اور دوسرے گستاخان رسول۔

فتنوں کی بارش :- آقا ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ میں فتنے دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں کے درمیان بارش کی طرح گر رہے ہیں۔

فتنوں کے زمانے میں عبادت :- آقا ﷺ نے فرمایا فتنوں کے زمانے میں عبادت ایسے ہے جیسے میری طرف ہجرت۔

فتنوں کی تعداد :- صاحب کلی علم غیب ﷺ نے فرمایا۔ دنیا ختم ہونے تک تین سو یا کچھ زیادہ فتنے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے نام بتا دیئے ان کے باپ اور قبیلہ کا نام۔ بے دین عالم، گمراہ گر پیشوا اور جھوٹے مدعیان نبوت۔

صبح مومن، شام کو کافر :- آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے آگے بہت فتنے ہیں اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ان میں آدمی صبح کو مومن ہو گا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہو گا اور صبح کافر۔

دین فروخت کرے گا:- فرمان نبوی ﷺ ہے کہ دنیاوی سلمان کے عوض مولوی اپنا دین فروخت کر دے گا آج کل کے سرکاری درباری مولوی عالم ہیں۔ اور خوب دین فروشی کرتے ہیں۔ تقریروں کے ریٹ مقرر کرنے والے دین فروش مولوی بھی بہت مل جائیں گے۔ فرمان رسول اللہ ہے کہ دو بھیڑیے ایک ریوڑ میں اگر گھس جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں پہنچائیں گے جتنا طمع اور لالچ انسان کے دین کو پہنچاتا ہے۔

گھنی داڑھی۔ سر منڈا ہوا:- (مشکوٰۃ ج ۸ باب معجزات)۔ روایت ہے ایک شخص آیا دھنسی ہوئی آنکھیں، ابھری پیشانی، گھنی داڑھی اونچی کپٹی والا۔ سر منڈا ہوا۔ وہ بولا اے محمد اللہ سے ڈرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو اللہ کی اطاعت کون کرے گا۔ مجھے اللہ تعالیٰ زمین والوں پر امین بنائے اور تم مجھے امین نہ جانو۔ ایک شخص نے اس کے قتل کی اجازت مانگی۔ حضور نے منع فرمایا جب وہ چلا گیا تو حضور نے فرمایا کہ اس کی پشت سے ایک قوم ہوگی۔ جو قرآن پڑھے گی۔ قرآن ان کے گلے سے نہ اترے گا۔ وہ اسلام سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔

آج کے دور میں صاحب کلی علم غیب کی باتیں سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ خوارج وہابی، دیوبندی قرآن پر بہت زور دیتے ہیں۔ سب کو قرآن کے نام پر اپنی طرف بلاتے ہیں۔ اشاعت القرآن، تبلیغ القرآن اور اپنے آپ کو شیخ القرآن کہتے ہیں۔ اور ان کے علیے بھی اسی طرح ہی ہیں جیسا حضور (ﷺ) نے فرمایا۔

قرآن میں اپنی رائے

(مشکوٰۃ ج ۱ باب العلم) آقا ﷺ نے فرمایا جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے۔ دوسری روایت ہے کہ جو قرآن میں بغیر علم کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔

بے علم مولوی کے فتوے :- (مشکوٰۃ ج ۱ باب العلم) آقا ﷺ نے فرمایا جو بے علم فتوے دے اس کا گناہ فتوے لینے پر ہے۔ آج کل کے دور میں بے علم جاہل مولویوں کی بہت کثرت ہے اپنے ناموں کے ساتھ مفتی تو مفت میں لگا لیتے ہیں۔ ایسی ایسی کتابیں لکھتے ہیں کہ پڑھنے والا حیرت زدہ رہ جاتا ہے بے علم ہونے کی وجہ سے اپنا ایمان تو وہ گنوا بیٹھے ہیں تو دوسرے مسلمانوں کو بھی گمراہ کر کے اپنے ساتھ دوزخ میں لے جائیں گے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور ان میں ایک کتاب بنام تقویت الایمان جو کہ حقیقت میں تقویۃ الایمان یعنی ایمان برباد کرنے والی کتاب ہے یہ ایک درخشاں مثل ہے ایسے بے علم جاہل کی جس نے قرآن کا مطالعہ کیا نہ حدیث کا یہ کتاب اس کی ذاتی رائے اور فتوؤں سے بھری پڑی ہے۔

فرمان نبوی ﷺ (برے علماء) :- وَعَنِ الْأَحْوَصِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي عَنِ الشَّرِّ وَسَلُونِي عَنِ الْخَيْرِ بِقَوْلِهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ الْإِنِّ شَرُّ الشَّرِّ شَرُّ الْعُلَمَاءِ وَإِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خَيْرُ الْعُلَمَاءِ (رواه الدارمی، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۲۵)

روایت ہے حضرت احوص بن حکیم سے۔ وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ کسی نے نبی کریم ﷺ سے برائی کی بابت پوچھا۔ تو فرمایا کہ مجھ سے برائی کی بابت نہ پوچھو۔ بھلائی کے متعلق پوچھو تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا آگاہ رہو کہ بدترین شریر برے علماء ہیں اور اچھوں سے اچھے بہترین علماء ہیں۔

اسلام کو ڈھانے والے :- یہ بدترین برے علماء ہیں۔ اسلام کو عالم کی لغزش، منافق کا قرآن میں جھگڑنا اور گمراہ کن سرداروں کی حکومت تباہ کرے گی۔ عالم کے بگڑنے سے

جہاں بگڑ جاتا ہے اور عالم کے سنبھلنے سے جہاں سنبھل جاتا ہے۔ عالم مسلمانوں کے جہاز کا کپتان ہے۔ ترے گا تو سب کو لے کر اور ڈوبے گا تو سب کو لے کر۔ آج جتنے فرقے مسلمانوں میں بنے ہیں وہ سب علماء سو کی مہربانی سے ہے مدتوں سے یہ ہوتا آیا کہ اہل اقتدار کو خوش کرنے کے لئے اور کچھ ذاتی مفادات حاصل کرنے کے لئے علماء سو کی ایک جماعت سرکاری و درباری مولوی صاحبان کی صورت میں رہی۔ یہی وہ علماء سو ہیں جنہوں نے اسلام کو ڈھا دیا۔ آقا ﷺ کا فرمان ہے کہ کسی قوم کی قسمت دو طبقوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ ایک امراء اور دوسرے علماء۔ اگر امراء اللہ تعالیٰ کے قرآن و رسول کی سنت کے خلاف چلیں تو ان علماء کی جماعت پر لازم ہے کہ امراء کی رہنمائی کریں۔ مگر یہاں تو یہ علماء سونے ان امراء کا ساتھ دینا شروع کر دیا ہے۔ ہر غیر اسلامی چیز کو جائز قرار دے رہے ہیں۔

عالم کی لغزش :- عالم کی لغزش سے مراد ان کا فسق و فجور میں جلا ہو جانا ہے اور دوسری بات جو آجکل عام ہے اسے آسان الفاظ میں دین فروشی کہیں تو مناسب ہو گا۔ تقریروں کے ریٹ مقرر ہیں۔ کم پیسے ملنے پر اظہار ناراضگی ہوتا ہے۔ تقاریر میں علم کی بات کم اور لوگوں کو خوش کرنے (ناکہ روپے پیسے زیادہ ملیں) خود ساختہ قصے سنائے جاتے ہیں۔ کبھی ترنم کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اپنی جھوٹی شان اور تاثر بتانے کے لئے چیلے قسم کے ان پڑھ لوگ رکھے ہوتے ہیں جن کا کلام ہی یہ ہوتا ہے کہ مقرر عالم کی نمود اور جھوٹی تقریروں کے پل باندھیں۔ وڈیو فلمیں بن رہی ہیں۔ کیا یہ ریا کاری نہیں۔ یہیں سے ”عالم“ لغزش کھا گیا ہے۔ زیادہ تر بے دین علماء غلط مسئلے بیان کرتے ہیں۔ قرآن میں اپنی رائے سے جو چاہیں کہیں۔ اس وقت تو علماء ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے چیلنج کرتے ہیں۔ ویسے بھی ان میں ایک ”میں“ بہت آگئی ہے کہ میں فلاں سے بڑا عالم ہوں جب ایسی باتیں آئیں تو سمجھو قیامت قریب ہے۔ ”صاحب کلی علم غیب“ نے۔ یہ باتیں چودہ صدیاں پہلے بتادیں۔

آسمان کے نیچے بدترین مخلوق

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنْ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رِسْمُهُ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدَى عُلَمَاءُهُمْ شَرٌّ مِمَّنْ نَحْتِ أَدِيمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ يُخْرِجُ الْفِتْنَةَ وَفِيهِمْ نَعُودٌ۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۲۹)

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے عنقریب لوگوں پر وہ وقت آئے گا جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف رواج ہی رہ جائے گا۔ ان کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان سے فتنہ نکلے گا اور انہیں میں لوٹ جائے گا۔ یعنی بے دین علماء کی کثرت ہوگی جن کا فتنہ مسلمانوں کو گھیر لے گا۔۔۔۔۔ یہ فرمان اس ذات اقدس کا ہے جو صاحب کلی علم غیب ہے۔ جس ذات پاک نے قیامت کی نشانیاں بتلا دیں۔ چودہ سو سال پہلے۔ آج کل ہو ہو وہی ہو رہا ہے۔ علماء سو کہ ان پڑھ جاہل علماء کی کثرت ہے۔ قرآن سمجھ میں نہیں آتا بصیرت ہے نہیں اور شرک کے فتوؤں کے دفتر کھولے ہوئے ہیں۔ دنیاوی مفاد کے لئے اللہ کے دین کو بیچ رہے ہیں۔

ریا کار علماء :- قیامت کے دن وہ جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن پڑھا اسے لایا جائے گا۔ اپنی نعمتوں کا اقرار کرایا جائے گا۔ وہ اقرار کر لے گا۔ فرمائے گا تو نے شکر یہ میں عمل کیا کیا۔ عرض کرے گا علم سیکھا، سکھایا تیری راہ میں قرآن پڑھا۔ اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے (قال کذبت) تو نے علم اس لئے سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے۔ اس لئے قرآن پڑھا تھا کہ قاری کہا جائے۔ وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہو گا اونڈھے منہ کھینچا جلوے گا حتیٰ کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ ج ۱ باب العلم ص ۱۹۱)

اس حدیث پاک سے ان مولویوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جنہوں نے ریا کاری اپنا شیوہ بنا لیا ہے خود ساختہ القابات شیخ القرآن شیخ الحدیث، علامہ، مفتی، مولانا، ڈاکٹر، پروفیسر وغیرہ وغیرہ لکھتے ہیں۔ اور بہت متکبر ہیں کہ وہ بہت بڑے عالم ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ سے پوچھا تھا کہ کون بڑا عالم ہے۔ تو انہوں

نے کہا "میں" یہ بات اللہ کو ناگوار گزری اور پھر موسیٰ کو حضرت خضر کے ساتھ علم سیکھنے کے لئے لگا دیا حالانکہ انہیں چاہئے کہ کہتے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون بڑا عالم ہے۔ آج کل کے مولوی قرآن سے بھی سبق نہیں سیکھتے۔

جہنم کی طرف بلانے والے مولوی :- مشکوٰۃ ج ۷ فتنوں کے بیان میں ہے۔ آقا ﷺ سے ایک صحابی نے پوچھا کہ خیر کے بعد شر کیا ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا عَلِيٌّ أَبْوَابَ جَهَنَّمَ مِنْ أَجَابِهِمْ إِلَيْهَا قَدْفَوْهُ فِيهَا۔ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ هُمْ مِنْ جُلْدِنَا وَنَشْكَلُمُونَ بِالسِّنَا قُلْتُ فَمَا مَرْنِي إِنْ أَدْرِكْنِي ذَلِكَ قَالَ تُلْزِمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرْقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعْضُ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يَدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ

دونخ کے دروازہ پر بلانے والے جو دونخ کی طرف ان کی بات مانے گا اسے دونخ میں ڈال دیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی علامات بھی بتائیے فرمایا وہ ہمارے گروہ سے ہوں گے ہماری زبان میں کلام کریں گے میں نے عرض کیا کہ اگر میں یہ پاؤں تو آپ کیا حکم فرماتے ہیں فرمایا مسلمانوں کی جماعت ان کے امام کو پکڑے رہنا۔ میں نے عرض کیا اگر مسلمانوں کی جماعت نہ ہو نہ امام تو۔ فرمایا تو ان تمام فرقوں سے الگ رہنا۔ اگرچہ اس طرح ہو کہ تم کسی درخت کی جڑ دانتوں سے پکڑ لو حتیٰ کہ تم کو اس حالت میں موت آجائے۔ اس حدیث پاک میں جو بات قاتل غور ہے وہ یہ ہے آپ ﷺ کا فرمان کہ وہ ہماری زبان میں کلام کریں یعنی کہ عربی میں۔ نجدی مولویوں کی زبان عربی ہے اور تحریریں عربی میں ہیں اور پھر ان کے چیلے ان کتابوں کا اردو میں ترجمہ کر کے تبلیغ کر کے جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔

دل شیطان جسم انسانی :- فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے میرے بعد ایسے پیشوا ہوں گے جو نہ میری سنت اختیار کریں گے نہ میرے طریقہ پر چلیں گے ان میں کچھ لوگ انھیں گے جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے جسم انسانی کے۔ چنانچہ انسانی جسموں والے شیطان بڑے بڑے چوٹے پنپے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بڑے بڑے خود ساختہ القاب

لگائے ہوئے ہیں کہ انسان ان کو دیکھ کر متعجب ہو جاتا ہے۔ یہ سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ باتیں بظاہر اچھی کریں گے لیکن علم سے بے بہرہ ہوں گے۔ بد عمل، بد مذہب علماء کلمہ گو اور مدعی اسلام ہوں گے۔ عربی بولیں گے اس لئے لوگ ان سے بہت دھوکا کھایا کریں گے کیونکہ چھپے کافر سے بچنا بہت مشکل ہے۔ روافض، خوارج، وہابیت اور نجدیت وغیرہ سب عرب سے ہی پیدا ہوئیں۔ (مشکوٰۃ ج ۷ باب فتنہ)

توہین رسالت

توہین رسالت کا دائرہ :- رسول اللہ ﷺ کی توہین کا مندرجہ ذیل دائرہ ہے۔

(۱) آپ ﷺ کی ذات اقدس (نور) سے انکار کرنا۔ اور یہ کہنا کہ مرکر مٹی میں مل گئے ہیں (نعوذ باللہ)

(۲) آپ ﷺ کے کمالات، صفات، معجزات میں نکتہ چینی کرنا۔ مثلاً علم مبارک پر مسلسل نکتہ چینی کرنا۔ اختیارات اور کمالات کو نہ ماننا مثلاً رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (نعوذ باللہ) وغیرہ کہنا۔

(۳) آپ ﷺ پر دین یا شخص اعتبار سے عیب لگانا۔ مثلاً سید الانبیاء کو اپنی مثل کہنا، کبھی کہنا کہ اللہ ایسے کئی محمد پیدا کر سکتا ہے (نعوذ باللہ) کبھی کہنا کہ رسول اللہ کا خیال نماز میں آنا تیل اور گدھے کے تصور میں غرق ہو جانے سے بدرجما بدتر ہے۔ (نعوذ باللہ)

(۴) آپ ﷺ کی توہین کرتے وقت قرآنی آیات جو شان رسول ظاہر کرتی ہیں ان میں جھگڑا کرنا اور اپنی ذاتی رائے دینا۔ مثلاً کہ نبوت چالیس سل کی عمر میں ملی۔ جبرئیل کے بتائے بغیر نہ جانتے تھے (نعوذ باللہ)

(۵) حضور ﷺ کی خاتیت کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ ان کے بعد کوئی اور نبی آئے تو خاتیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(۶) حضور کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے متعلق عقیدہ رکھنا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۱)

(۷) اللہ کی مخلوق انبیاء و رسل کی شان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چوہڑے چھارے سے بھی گری ہوئی ہے۔ اس قسم کے نامناسب اور غلط جملے کہنا اور عقیدہ رکھنا۔

عبارات کی تفصیل دیکھنے کے لئے تقویت الایمان، صراط مستقیم، امداد الفتاویٰ، فتاویٰ رشیدیہ، براہین نامہ، الافاضات الوہیہ اور دیگر کتب وہابیت، دیوبندیت، مودونیت وغیرہ ملاحظہ کریں۔

توہین رسالت ایک فتنہ ہے (یعنی ارتداد)

اسلام ایک مکمل شریعت اور نظام زندگی ہے۔ یہ دوسرے مذاہب کی طرح مجرد مذہب اور صرف رسوم و عبادات کا مجموعہ نہیں ہے اور نہ صرف انسان کا ذاتی اور نجی معاملہ ہے بلکہ اس کا تعلق ریاستی و بین الاقوامی قوانین اور تعلقات سے بھی ہے۔ حدود کی تنقید اور تعزیرات کا اجرا اس کے دائرہ احکام کے اندر داخل ہے۔ کیا ایسے دین کے اندر اس بات کی ذرہ برابر بھی گنجائش ہو سکتی ہے کہ ایک شخص پہلے تو اس دین کے لانے والے رسول کی وفاداری اختیار کرے پھر وفاداری کا قلاوہ اتار پھینکے اور رسول کو اپنی ہزبان سرائی اور سب و شتم کا ہدف بنائے اور اپنے اس مکرو فریب کے رویہ سے اہل ایمان کے دلوں میں شکوک کا بیج بوئے اور پھر اپنے اس جرم کے بلوجود بھی قاتل تعزیر نہ ہو۔ اسلام عبادت بھی ہے اور ریاست بھی۔ دنیا میں کوئی ریاست اپنے باغیوں کو معاف نہیں کرتی۔ پھر اسلامی ریاست سے یہ کیوں توقع کر لی جائے کہ وہ اس دینی و نبوی سربراہ اور اللہ کے رسول کے خلاف سب و شتم معاف کر دے۔ جس کی اطاعت ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔ جو ذات بنی نوع انسان میں سب سے افضل ہے اور خود خالق کائنات نے جن کی مدح و ثنائی کی ہے۔ آپ ﷺ کی ذات مخلوقات میں اتنی ارفع ہے کہ جہاں ایک شخص اس دنیا میں کسی کا خون بہا کر قاتل قصاص ہوتا ہے وہاں آپ ﷺ کی شان میں بے ادبی سے ہی قاتل قصاص بن جاتا ہے کیونکہ وہ مرتد ہو جاتا ہے یعنی اسلام کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔

فتنہ (ارتداد) کے اثرات :- اسلام محض ایک روحانیت اور اخلاقیات کا مجموعہ نہیں ہے۔ یہ قوانین سلطنت اور سیاسی نظام کا بھی مجموعہ ہے۔ اس لئے ایسے دین میں پیغمبر اور شارع کی توہین بذات خود ایک بغاوت اور پورے نظام کو توڑنے کے ہم معنی ہیں اور جس طرح سے ریاستوں کے قوانین میں بغاوت کا جرم قاتل تعزیر ہے بالکل اسی طرح نظام اسلامی میں پیغمبر اسلام کی صرف توہین ہی مستوجب قتل ہے۔ اس موجودہ دنیا کی بڑی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ برطانیہ میں جو شخص بادشاہ کو اس کے منصب یا اس کے اعزاز یا اس کے القاب سے محروم کرنے کی کوشش کرے وہ قاتل تعزیر ہے۔

چنانچہ کوئی بھی فتنہ ایک بنے ہوئے نظام کو تار تار کرتا ہے اور اسی وجہ سے فتنہ کا قلع قمع کرنا ایک ضرورت رہی ہے۔ توہین رسالت کے فتنہ کو جو ارتداد کی شکل اختیار کر لیتا ہے کی سزا قتل اسی لئے ہی رکھی گئی ہے تاکہ یہ فتنہ ہمیں ختم کر دیا جائے۔ اگر سزا نہ دی گئی تو یہ پورے نظام کو تھس تھس کر دے گا۔

توہین رسالت کی سزا :- قرآن و سنت اور سیرت و تاریخ کے واقعات اور ائمہ مجتہدین کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ شتم رسول اور ارتداد کی سزا قتل ہے اور رسول اللہ کی امت نے گزشتہ چودہ سو سال میں کسی مسلمان شاتم رسول کو زندہ نہیں چھوڑا کیونکہ گستاخی رسول ارتداد کو مستلزم ہے۔

جوازِ قتل :- ایک مسلمان شاتم رسول دو سبب سے اپنی زندگی کا استحقاق کھو بیٹھتا ہے۔

(۱) شتم رسول بذاتہ مستوجب قتل ہے۔ رسول اللہ نے اور صحابہ نے کافر اور ذمی کو سب و شتم کے جرم میں قتل کیا تھا۔

(۲) شام رسول اگر مسلمان تھا یا ہے تو اس کے یہاں دو وجہ قتل جمع ہو جاتی ہیں۔ ایک سب و شتم اور دوسرے ارتداد۔ یہ ارتداد کی نہایت سنگین قسم ہے۔ مسلمان پیغمبر پر سب و شتم سے مرتد اور کافر ہو جاتا ہے۔

قرآن سے استدلال :- فرمان الہی ہے۔ وَمَنْ يَرْتِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۲/۲۱۷)

ترجمہ۔ تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے اور مرے کافر ہو کر تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے وہ دوزخ کے لوگ ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ آخرت میں مرتد ہو جانے والوں کے اعمال اکارت ہونا تو واضح ہے۔ البتہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں ان کے اعمال اکارت ہونے کی شکل کیا ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص مرتد ہو جاتا ہے وہ اسلامی ریاست میں جملہ شہری حقوق سے محروم ہو جاتا ہے۔ ریاست پر اس کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری ہوتی نہیں رہتی۔ اسلامی تعزیرات کا قانون اسی اصول پر مبنی ہے۔

(۲) قرآن کہتا ہے :- **وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ** (۲/۲۱۷) فتنہ کے ختم کرنے کے لئے ان کو قتل کرو۔

عقلی دلیل :- توہین رسالت کے فتنے کو ختم کرنے کی یہ سزا یعنی قتل اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے کہ اگر فتنہ ختم نہ کیا گیا تو یہ پورے دین اسلام کو منتشر کر دے گا۔ جو کہ ضابطہ حیات کے خلاف بغاوت ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہو جائے گی اور باغی الہی کو قتل کر دینا چاہئے یہ عقلی دلیل ہے۔

(۳) قرآن کہتا ہے :- **فَقَاتِلُوا آيَةَ الْكُفْرِ** (۹/۱۳) کفر کے سرغنوں کو قتل کر دو۔ کفر کے سرغنوں کو قتل کی اجازت اللہ نے دی ہے۔ چاہے کوئی نام نہاد مولوی ہی کیوں نہ ہو اگر اسے توہین رسالت کا ارتکاب کر کے ارتداد کا جرم کیا ہے تو وہ پھر خود بخود کافر ہو جاتا ہے اور کافر کی سزا قتل ہے۔

یہودیت اور عیسائیت میں ارتداد کی سزا قتل ہے :- (۱) انگلستان میں ایک چھوٹے پادری نے جب تیرہویں صدی عیسوی میں ایک یہودی عورت سے شادی کرنے کے لئے دین عیسائیت کو چھوڑ دیا تھا تو اسے آکسفورڈ میں ۱۳۳۲-۳-۱۷ کو جلا دیا گیا۔ (انسائیکلو پیڈیا ریلیجن اینڈ اینٹھکس)

(۲) تورات میں بھی ہے۔ ”اگر کوئی دیگر معبودوں کی بندگی کرے تو اس سے ہرگز موافق نہ ہوتا۔ نہ رحم کرنا۔ نہ اس کی رعایت کرنا بلکہ اسے خود قتل کرنا۔ (استثناء)

نکالا من اللہ :- اللہ کی طرف سے سزا۔ قرآن، انجیل اور تورات میں جو تعزیری سزائیں مقرر ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ نہ کہ کسی مفتی یا مجتہد کی۔ اس لئے ہمارے لئے لازم ہے کہ قرآن کی سزاؤں میں سر تسلیم خم کر لیں اور بیکار نکتہ چینی نہ کریں جیسے آج کل کے بے دین انگریزی تعلیم کے زیر اثر تحریر و تقریر کو آزادی سے تعبیر کرتے ہیں اگر اس آزادی کا حدود اربعہ مقرر نہ کیا جائے تو پھر انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

توہین رسالت کے جرم کے ارتکاب کی وجہ

توہین رسالت کا دائرہ کیا ہے۔ یہ نہایت تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے اور اس سے پہلے دلوں کی بیماریوں کے متعلق بھی آیات قرآنی پیش کر دی گئی ہیں۔ پھر منافقت کی پوری تفصیل اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے بھی پیش کر دیئے گئے ہیں۔ آخر میں یہ جاننا چاہئے کہ وہ آخر ان گستاخوں کی ایسی حرکات کے پیچھے کیا عوامل کار فرما ہیں۔

ا۔ دل کا کینسر (Cancer) :- سب سے بڑی وجہ دل کی گیارہ بارہ بیماریاں ہیں۔ جو کہ پچھلے اوراق میں بتا دی گئی ہیں۔ یہ بیماریاں آخر کیوں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ بات سب سے اہم ہے اور جاننا ضروری ہے۔ محمد مصطفیٰ رحمتہ للعالمین، روف الرحیم ﷺ کی ذات اقدس سے محبت نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یہ سزا دیتا ہے۔ (جیسا کہ سورہ توبہ کی آیہ ۲۴ میں کہا) انسان کی تمام مجبوریوں کو گنوا کر فرمایا اَحَبُّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَتَرَبَّصُوا (مطلب یہ کہ میرے عذاب کا انتظار کرو) تو یہ عذاب گستاخ رسول کو دل کی بیماریوں کی صورت میں جلا کر دیتا ہے۔

ب۔ قرآن کی بصیرت سے محرومی :- بصیرت کی محرومی بھی ذات مصطفیٰ ﷺ سے محبت نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا قُلْ هٰذِهِ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنْ اَتَّبَعَنِىْ ۝ (۱۰۸/۱۳ یوسف) تم فرماؤ یہ میرا (محمد کا) رستہ ہے میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور جس نے میری پیروی کی اللہ بصیرت ہیں۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ محمد ﷺ کے اتباع اور محبت سے ہی بصیرت ملتی ہے۔ پھر قرآن آسانی سے سمجھ آجاتا ہے۔

ت۔ عربی گرامر سے نابلد :- جتنی بھی کتابیں گستاخانہ رسول نے لکھیں ان کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ انہیں عربی کی آیات کے معنی نہیں آتے۔ جملوں کی ترکیب نحوی کا پتہ نہیں۔ عربی گرامر سے نابلد ہیں۔ لیکن دعویٰ ہے شیخ القرآن، مفتی مولانا علامہ وغیرہ وغیرہ ہونے کا۔ قرآن جن کی زبان میں اترا ان کو دیکھیں سورہ بقرہ کو سمجھنے کے لئے فاروق اعظم ﷺ فرماتے ہیں انہیں بارہ سال لگے تھے۔ حالانکہ قرآن ان

کی زبان میں ہی ہے۔ یہاں زبان اردو یا پنجابی وغیرہ (غیر عربی) ہے اور تفسیریں ہزاروں اوراق سے لکھ کر مفتی، شیخ القرآن، مولانا وغیرہ کے خود ساختہ القابات سے بھری پڑی ہیں اور ان کو تو (من دون اللہ) کے معنی نہیں آتے۔ من اللہ کیا ہے۔ بلون اللہ کیا ہے۔

ث۔ انکار کی ضد :- ہٹ دھرمی اور ضد بری بلا ہے۔ چونکہ دل تو کینسر کے امراض میں جلا ہے اس لئے اب ان کی عقل بھی ماری گئی ہے اور جب عقل ماری جائے تو پھر کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خود ٹھیک ہیں اور باقی غلط ہیں۔ اسی لئے ان کو لاکھ دلیلیں دو یہ نہیں مانیں گے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے **وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَنْ يَهْتَدُوا إِذْ أَبَدْنَا** اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو یہ کبھی (ابد تک) نہیں آئیں گے یعنی ہدایت نہ قبول کریں گے۔

ج۔ منافقین کفار کا رویہ :- انسان کا رویہ ایک ایسی چیز ہے جو اس کی زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ منافقین و کفار مکہ نے اپنا رویہ ہی تو نہ بدلا۔ حالانکہ انہوں نے اقرار کیا کہ یہ دعوت حق ان کو ان کے باپ دادوں کے عقیدہ سے متزلزل کر گئی تھی اگر وہ ہٹ دھرمی پہ قائم نہ رہتے۔ **إِنْ كَادَ لَيُبْضِلْنَا عَنْ الْهُدَيْنَا لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا** قریب تھا کہ یہ دعوت حق ہمیں ہمارے معبودوں سے بھکا دیتی اگر ہم اپنی ضد پر قائم نہ رہتے۔ جسے نہ رہتے۔ چنانچہ ان کا یہ رویہ ہی انہیں لے ڈوبا اور بلاخر انہوں نے دوزخ کو اپنا مقدر بنا لیا۔

ح۔ بد عقیدتی کا فیشن :- موجودہ بے دینی اور بد عقیدگی کے دور میں اب یہ فیشن کے طور پر ایسی ایسی باتیں مذہب کے متعلق کرتے ہیں جو انہیں اسلام کے دائرہ سے خارج کر دیتی ہیں اس کا شکار علماء سوء بھی ہیں کیونکہ یہودیوں اور عیسائیوں کی یہ منصوبہ بندی ہے کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی موقع نہ چھوڑا جائے اور اس کام کے لیے خصوصاً مولویوں کو ہی استعمال کیا جائے۔ ایک تو سرکاری درباری مولوی ہیں جو سب کے سامنے ہیں اور دوسرے وہ علماء سو ہیں جو تحریروں، لٹریچروں اور رسالوں کی مدد سے بد عقیدگی پھیلاتے ہیں۔ درپردہ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کے عزائم پورے کر

رہے ہیں گویا کہ لباس خضر میں یہ ڈاکو ایمان لوٹتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توہین :- توہین رسالت کا دائرہ اور اس کی سزا تو ایمان ہو گئی۔ اب ایک بہت بڑا سوال ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں توہین کرنے والا کس سزا کا مستحق ہے؟

اللہ تعالیٰ کی توہین اس کی صفات کا انکار ہے چاہے اس کی ذات کو مانا ہی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ان گنت صفات ہیں اور ”عطا کرنا“ بھی ان سے ہے۔ چنانچہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عطا کو نہیں مانتا مثلاً اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رحمتہ للعالمین رؤف الرحیم ﷺ کو کلی علم عطا کیا۔ اختیارات عطا کئے (فرمایا انت المختار المنتخب) تو اسے منکر صفات الہی کی شریعت میں کیا سزا ہے۔ کوئی مفتی صاحب بتائیں۔

مِنْ دُونِ اللَّهِ اور بِإِذْنِ اللَّهِ - غَيْرِ اللَّهِ

مِنْ دُونِ اللَّهِ کے معنی :- اس کے معنی ”اللہ کے سوا“ یہ لفظ قرآن پاک میں ۱۳۳ دفعہ آیا ہے۔ تمام کی تمام آیات ان بتوں کے متعلق ہیں جن کو کفار مکہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے کیونکہ وہ انہیں (الہ) معبود سمجھتے تھے۔ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں ان بتوں کو شریک کر کے شرک کے مرتکب ہوتے تھے۔ چند ایک آیات کی مثالیں درج ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ بت بولیں گے۔ :- وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ ءَ أَنْتُمْ أَضَلَلْتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۝ قَالُوا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يُنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ (۲۵/۱۷ الفرقان)

ترجمہ۔ اور جس دن اکٹھا کرے گا انہیں اور جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔ پھر ان معبودوں سے فرمائے گا کیا تم نے گمراہ کر دیئے یہ میرے بندے یا یہ خود ہی راہ بھولے۔ بت عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو ہمیں سزا وار نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائیں۔ اس آیت میں بتوں سے خطاب ہوا اور وہ ”مِنْ دُونِ اللَّهِ“ ہوئے۔

۲۔ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ وَجَاهِدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ۔ کیا اس گمان میں ہو۔ کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی ان کی جو تم میں سے جہاد کریں گے۔ اور اللہ اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

چنانچہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ (مِنْ دُونِ اللَّهِ) اللہ۔ رسول اور مؤمنین کے

علاوہ ہیں۔

۳۔ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُونَ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِينَ ۝ (۴۶/۵ الاحقاف)

ترجمہ۔ اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک

اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر نہ ہو اور جب لوگوں کا حشر ہو گا ان کے دشمن ہوں گے اور ان سے منکر ہو جائیں گے۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ ”من دون اللہ“ سے مراد وہ بت ہیں جو قیامت کو منکر جائیں گے۔

خلاصہ :- جتنی بھی آیات جن میں لفظ ”من دون اللہ“ آیا ہے ان کی تعداد ۱۳۴ ہے تمام کی تمام آیات میں ”اللہ کے سوا“ سے مراد بت ہیں۔ اوپر تین مثالیں دی گئی ہیں جن میں صاف ظاہر ہے کہ ”من دون اللہ“ قیامت کے دن بولیں گے۔ اللہ تعالیٰ جنوں کو قوت گویائی عطا کر دے گا اور پھر وہ بتائیں گے کہ انہوں نے انسانوں کو گمراہ نہیں کیا تھا اور وہ ان کی پوجا کے منکر ہو جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے تو انسانوں کو پوجنے کو نہ کہا تھا۔

غلط فہمی دور ہونی چاہئے :- جہل اور ان پڑھ لوگ ”من دون اللہ“ یعنی اللہ کے سوا کے معنوں میں انبیاء اولیاء لے آتے ہیں۔ یہ جہالت، کم علمی اور بصیرت کی کمی ہے رسول اور مومنین کے متعلق سورۃ توبہ کی آیت ۲۱ (جو اوپر بیان ہوئی ہے) میں یہ صاف طور پر بیان ہے کہ ان کے علاوہ ”من دون اللہ“ ہیں۔ اور ظاہر ہے وہ بت ہیں اگر پھر بھی کوئی جہل ضد کرے تو سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا باغی ہے کیونکہ وہ اللہ کے قرآن کی آیتوں میں ٹیڑھا چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے باغی کی سزا قتل ہے۔

غیر اللہ کے معنی :- اللہ کے سوا کسی اور کو اللہ مان کر اس کی پوجا کی جائے یہ لفظ قرآن میں ۱۷ دفعہ آیا ہے اور ہر جگہ اس سے مراد جھوٹے الہ ہیں۔
(۱) قرآن کتا ہے۔ اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ○ (نساء ۴/۸۲) ترجمہ۔ تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں۔ اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی مثال دے کر سمجھایا ہے کہ یہ میرا کلام ہے۔ اگر کسی اور الہ (جھوٹے) کا ہوتا تو ضرور اختلاف پاتے۔

(۲) قرآن کتا ہے۔ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ (الانعام ۶/۳۶) اللہ کے علاوہ کون اور اللہ ہے؟
(۳) قرآن کتا ہے۔ قُلْ اَغْيِبِرَ اللَّهُ اَبْغِيكُمْ اِلَهًا (۷/۱۳۰) کہا کیا اللہ کے سوا تمہارا

اور اللہ تلاش کروں۔
 (۴) قرآن کہتا ہے۔ وَمَا أَهْلٌ بِهِ لِنُغَيْرِ اللَّهِ (البقرہ) / ۱۷۳ اور وہ جانور جو اللہ کے نام کے علاوہ ذبح کیا گیا ہو۔

تشریح :- جانور پر جب اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کا نام لیا جائے جیسا کہ کفار مکہ اپنے بتوں کے نام لے کر ان کو ذبح کرتے تھے وہ حرام ہے۔ لیکن مسلمان تو اللہ ہی کا نام لیتے ہیں۔ جانور پر چھری پھیرتے وقت بسم اللہ۔ اللہ اکبر کہتے ہیں (کوئی بھی مسلمان کسی جھوٹے الہ (بت) وغیرہ کا نام نہیں لیتا بلقی جانور کی عید الاضحیٰ پر قربانی کی جاتی ہے۔ عقیقہ اور ولیمہ اور صدقہ وغیرہ کے لئے بھی قربان کیا جاتا ہے تو سب پر اللہ ہی کا نام لیا جاتا ہے۔ اس آیت کی مفہوم کے مخاطب کفار مکہ ہیں نہ کہ آج کے مسلمان جیسا کہ جاہل اجڈ سمجھتا ہے۔

بِإِذْنِ اللَّهِ :- اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اذن کے معنی حکم کے ہیں اور یہ لفظ قرآن میں ۸۲ دفعہ مختلف سورتوں میں آیا ہے ہر چیز کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کی عطا کے بغیر کوئی ایک ذرہ کا ایک قطرہ کا مالک نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بعض بندوں کو اپنی چیزوں کا مالک بنایا ہے۔ بعض بندوں کو انبیاء اور اولیاء کرام کو "اپنے حکم" سے معجزات و کرامات عطا کیں ہیں۔ چونکہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت چلتی ہے۔ اس لئے جن انبیاء و اولیاء نے جو معجزات و کرامات کیں وہ اللہ ہی کے حکم سے تھیں۔

بِإِذْنِ اللَّهِ کے بعد شرک ختم ہو جاتا ہے :- یہ بات سمجھنا بہت آسان ہے۔ جب حکم الہی سے جو بھی کام ہو تو وہ پھر شرک کے دائرے میں نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم میں بہت مثالیں ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کے پرندے بنا کر پھونک مار کر "اڑ اللہ کے حکم سے" کہتے تو اس میں جن پڑتی اور پرندہ اڑ جاتا یہ سورہ ال عمران کی آیت ۳/۳۹ میں ہے۔ تمام مولوی حضرات جانتے ہیں۔ یہ "خالقیت" کی عطاۓ الہی ہے۔

(۲) پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کرتے کہتے ہیں اَحْيِي الْمَوْتِي بِاِذْنِ اللَّهِ

یہ بحیثیت کی عطا ہے۔

(۳) انبیاء اور اولیاء کرام کے معجزات و کرامات "اللہ تعالیٰ کے حکم" سے ہوتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہی ہے۔ اس لئے یہ شرک کے ذمے میں نہیں آتا۔ ہاں اگر کوئی الوہیت کا دعویٰ کرے اور پھر کہے کہ یہ سب میرے حکم سے ہوتا ہے تو وہ مشرک ہے اور شرک کا ارتکاب کر رہا ہے انبیاء، اولیاء کرام نے کبھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔

مکتبہ المدینہ
لاہور

توبہ کا دروازہ

توبہ کی ضرورت :- انسان شر اور خیر کا مجموعہ ہے اس سے نیک کام بھی ہوتے ہیں اور برے بھی۔ نیک کاموں کا اجر ملتا ہے لیکن برے کاموں کی سزا ملتی ہے۔ اور ایسی سزا جو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے طور پر رکھی ہے۔ چنانچہ خالق کائنات نے توبہ کے متعلق اپنے فیصلوں سے واضح طور پر قرآن میں بتا دیا ہے کہ کیسے توبہ کریں اس کا مفہوم کیا ہے وغیرہ وغیرہ یہ لفظ قرآن حکیم میں ستاسی (۸۷) دفعہ آیا ہے۔ چند آیات اور اس کا مفہوم درج ذیل ہے۔ بنیادی طور پر توبہ کے نکات یہ ہیں کہ انسان گناہوں سے تلام ہو کر پہلی بات یہ ہے کہ توبہ کرے۔ پھر آئندہ ایسا گناہ نہ کرے اور واقعتاً اسے معلوم ہو گا کہ وہ اس گناہ کو جس کے لئے توبہ کی تھی نہیں کر رہا۔

توبہ کا طریقہ۔ مصطفیٰ ﷺ کا واسطہ دو :- اللہ تعالیٰ نے ایک نظام بنایا ہوا ہے ہر کام کا۔ گویا کہ ایک طریقہ وضع کر دیا ہے چنانچہ توبہ کا بھی ایک طریقہ ہے اور وہ سمجھنا اس لئے آسان ہے کہ آدم علیہ السلام کی توبہ ہمارے سامنے ہے۔ انہوں نے دعا کی تھی رَبِّ اِنِّي اسْتُلِكُ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ تَغْفِرْ لِي اے میرے رب میں تجھے محمد ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ دوسری اہم بات وہ حکم ہے جو ہم اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں کو ملا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تیرے حضور حاضر ہوں۔ اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت کرے۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ اس میں سمجھنے کا نقطہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو اس کے محبوب ﷺ کا واسطہ دے کر معافی مانگیں تو وہ ضرور (لوجدوا اللہ کہا) پائیں توبہ قبول کرنے والا۔ اس نوعیت کی صرف یہ ایک ہی آیت ہے۔ بہت آسان فہم ہے۔

توبہ کیوں؟ :- قرآن کہتا ہے اِنَّ مِنْ عَمَلٍ مِنْكُمْ سُوْءٌ بِجِهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهَا وَاَصْلَحَ فَاِنَّهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۶/۵۳) کہ تم میں سے جو کوئی جہالت میں کچھ برائی

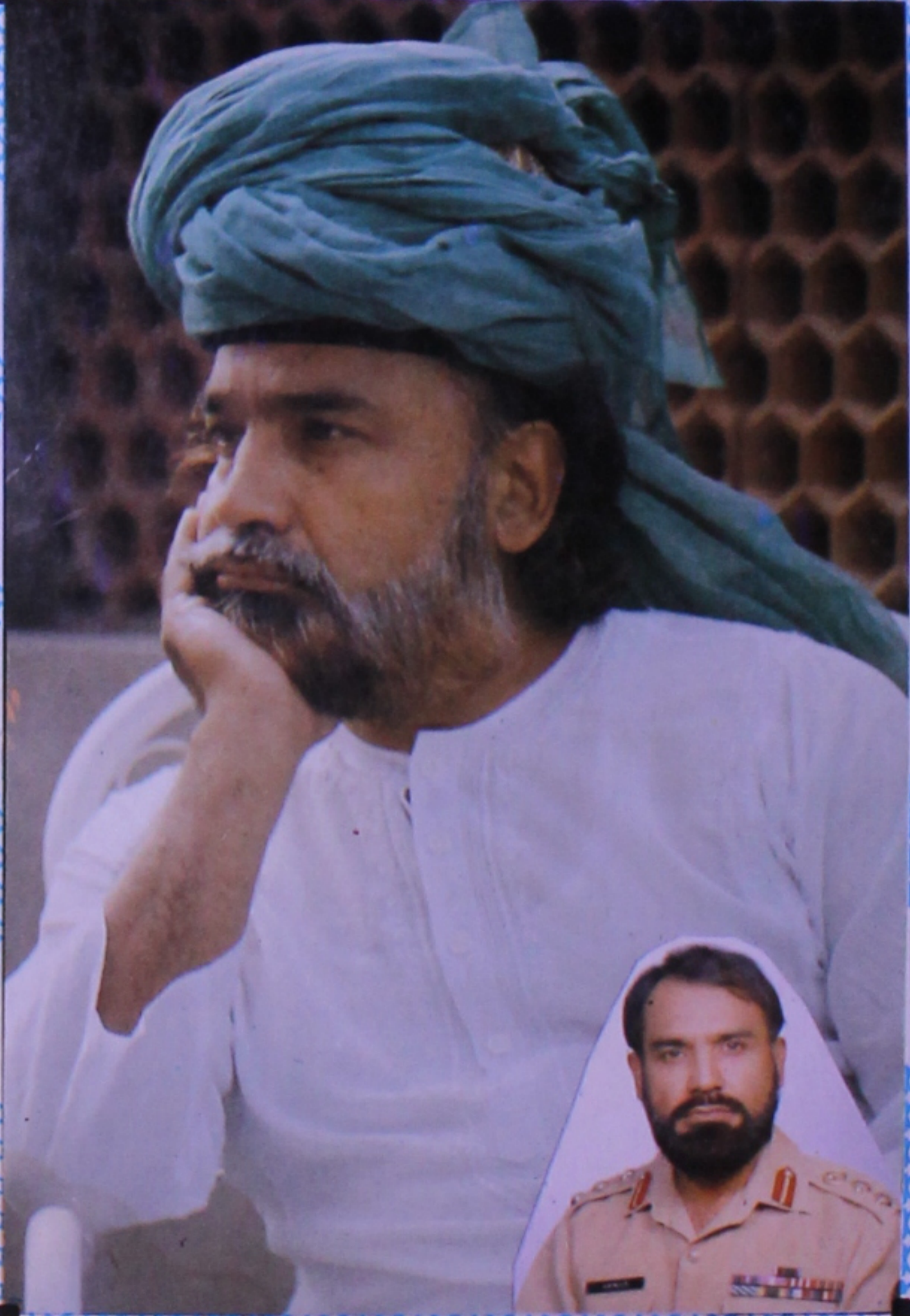
کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور سنور جائے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

موت کے وقت توبہ قبول نہیں :- وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ
السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدُهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ النَّارَ وَلَا الَّذِينَ
يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارًا لَّوْكَ اِعْتَدْنَا لَهُمُ عَذَابًا لَّيْمًا تَرْجَمُ۔ اور وہ توبہ ان کی نہیں
جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو
کے اب میں نے توبہ کی۔ اور نہ ان کی جو کافر میں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک
عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۴/۱۸)

گستاخان رسول کو مشورہ :- ایک مخلص مومن سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق
تبلیغ بھی کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ شاید کوئی اپنا ایمان بچالے اور دوزخ سے بچ
جائے چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے دیدہ دانت یا ٹویدہ دانت حبیب اللہ ﷺ کی شان میں
گستاخانہ کلمات نکالے تحریری یا تقریری۔ جنہوں نے اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کیا اور
اپنی رائے سے مرضی کے موافق مطلب نکالا۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا
محض اپنی جہالت اور کم علمی کی وجہ سے۔ جنہوں نے رحمتہ للعالمین رؤف الرحیم ﷺ
کی نورانیت کا انکار کیا آپ کے کلمات یعنی معراج کو جھٹلایا۔ آپ کے صفات یعنی آپ
ﷺ کے علم مبارک میں نکتہ چینی کی آپ ﷺ کے اختیارات کا انکار کیا۔ آپ ﷺ
کے معجزات کا تمسخر اڑایا۔ اس وطیرہ سے انہوں نے دنیا اور آخرت بریلا کر لی۔ ان کو
مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ بہت قبل از موت اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے حبیب ﷺ کا
واسطہ دے کر ان تمام باتوں سے توبہ کریں وہ غفور رحیم ہے۔ جب اسے اس کے
حبیب ﷺ کا واسطہ دیں تو ضرور توبہ قبول کر لے گا۔ ورنہ موت کے وقت جب پتہ ہو
کہ اب ٹائم پورا ہو رہا ہے توبہ قبول نہیں کرتا اور یہی وجہ تھی کہ فرعون کی توبہ قبول
نہ ہوئی۔ فرعون کی سنت پر عمل نہ کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



(بندہ۔ رسول کرنل (ریٹائرڈ) محمد انور مدنی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ